وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ

ہم چاہتے ہیں کہ ملک میں جن لوگوں کو کمزور بنا دیا گیا ہے، اُن پر احسان کریں یعنی انھیں ملک کے رہنما اور حکومت کے وارث بنا کر ملک میں مضبوطی کے ساتھ قائم کر دیں

(القرآن الحکیم)

قرآنی دستورِ انقلاب

یعنی

سورۂ مزمل اور سورۂ مدثر

کی

حکیمانہ تشریح

از

حضرت مولانا عبید اللہ سندھی، رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

شیخ بشیر احمد، بی۔اے لودیانوی

جس میں امام الائمہ، حجۃ اللہ فی الارض، امام ولی اللہ محدث دہلویؒ کے فلسفے کے مطابق دکھایا گیا ہے کہ قرآنِ حکیم کا منشا اقتصادی اور علمی سرمایہ داروں کے خلاف عالمگیر انقلاب برپا کرنا ہے

بیت الحکمت، لاہور

ہدیہ: ۲ روپے آٹھ آنے

طبع اوّل

تعداد اشاعت: ۱۰۰۰

بِاسمہٖ سُبحانہٗ

میں یہ اوراق اپنے کہن سال جواں فکر اُستاذِ معظم، مُجاہد
فی سبیل اللہ حضرت مولانا **عبید اللہ سندھی** رحمۃ اللہ
علیہ وعلی اساتذتہ ومشائخہ کے نامِ نامی سے معنون
کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جن کے فیض سے یہ
قلمبند ہوئے ہیں اور جنھوں نے مسلمانانِ ہند
کو قرآنی انقلاب اور فلسفۂ ولی اللّٰہی
سے روشناس کرایا اور جنھوں نے
خدا تعالیٰ کے قانون کو دنیا میں بلند کرنے کی کوشش میں
اپنی جان و مال، اپنے عزیز و اقارب اور مُلک و وطن سب
کچھ ہیچ سمجھا اور ایک بلند نظر، صاحبِ عزیمت انقلابی کی طرح
زندگی بسر کرکے آخر کار یکم رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ کو بحالتِ صوم
جان جاں آفریں کو سپرد کی۔

تعزیہ

نیاز آگیں: بشیر احمد بی۔اے، لودیانوی

کلمات طیبات

از حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم سنہ ۱۹۳۹ء ہندی میں واپس وطن پہنچے۔ اُس کے بعد جب کبھی لاہور آئے اور اپنے عزیزوں کی خاطر وہاں رہے، مولوی بشیر احمد صاحب، بی۔ اے، لودیانوی، ہم سے قرآنِ شریف سمجھنے کے لئے مسلسل ملتے رہے، وہ ہمارے افکار لکھتے بھی رہتے تھے۔ اس طرح اُنھوں نے کئی سو* صفحے تیار کر لئے۔ اُنھوں نے قرآنِ عظیم کا مُطالعہ بہت عرصہ پہلے سے مختلف اساتذہ کی صحبت میں جاری رکھا تھا، اِس لئے وہ ہمارے طرزِ تفکر کا انقلابی نقطہ تدریجاً سمجھنے کے قابل ہو گئے۔ اب اُن کی خواہش ہے کہ ہمارا فکر لوگوں کو پڑھائیں یا پریس کے ذریعے سے پھیلائیں۔

* تقریباً ساڑھے تین ہزار صفحات

ہمیں سندھ ساگر انسٹی ٹیوٹ کے متعلق علمی مرکز میں جس کا نام محمد قاسم ولی اللہ کالج آو تھیالوجی تجویز کیا ہے، ایسے ہی اُستاذ کی ضرورت تھی۔ ہم نے انھیں اپنے ابتدائی تجارب میں شریک بنالیا ہے۔ اُنھوں نے اپنے افکار کا نمونہ سُورۂ مزّمّل اور سُورۂ مدّثّر کی تفسیر میں پیش کرنا پسند کیا ہے۔

ہماری تقریریں بہت سے دوستوں نے ضبط کرلی ہیں۔ مگر آج تک ہم نے کسی کی تصحیح اپنے ذمّے نہیں لی۔ مولوی بشیر احمد اور مولوی ؎ خدا بخش کی محنتوں کا ہم پر خاص اثر ہے، اس لئے ہم نے اس رسالے پر نظر ثانی منظور کی۔ ہم شہادت دیتے ہیں، کہ اِن افکار کی ذمّہ داری میں ہم بھی ان کے ساتھ شریک ہیں۔ ہم اپنے دوستوں سے سفارش کرتے ہیں کہ وُہ اپنی یادداشتیں اس طرزِ تفکّر کے مطابق بنالیں۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ۔

(حضرت مولانا)
عُبَیدُ اللہ
سندھی

؎ رفیق شفیق مولوی خدا بخش صاحب مہتمم کتب خانہ بیت الحکمت، لاہور جن کا مسلسل ایماء اس وقت ان اوراق کی اشاعت کا باعث ہوا۔

دریا بہ حَباب اَندر

مضمون	صفحہ
مقدّمہ	۱۷ تا ۳۸
تفسیرِ سورۂ مُزّمِّل	۳۹ تا ۱۲۹
انقلاب ! انقلاب ! (ڈاکٹر اقبالؒ)	۴۱
انقلاب کی تیاری	۴۵ تا ۷۸
انقلاب کے بنیادی اصول	۷۹ تا ۸۸
سرمایہ پرستوں سے بازپرس	۸۹ تا ۱۰۰
انقلاب کی منزلِ اوّل —— قومی انقلاب	۱۰۱ تا ۱۱۶
انقلاب کی منزلِ دُوم —— بین الاقوامی انقلاب ..	۱۱۷ تا ۱۲۸
خلاصۃ الکلام	۱۲۹
تفسیرِ سُورۂ مُدّثّر	۱۳۴ تا ۲۰۸
بین الاقوامی انقلاب کے اصول	۱۳۷ تا ۱۶۴
بین الاقوامی پروگرام کے مخالفین	۱۶۵ تا ۱۸۰
آگے بڑھنے کی دعوت	۱۸۱ تا ۱۸۸
بین الاقوامی پروگرام کی تفصیل	۱۸۹ تا ۲۰۰
خلاصۃ الکلام	۲۰۱
نظرِ بازگشت: مُزّمّل اور مُدّثّر کا تقابُل	۲۰۳ تا ۲۰۸

جملہ حقوق بحق بیت الحکمت، لاہور
محفوظ ہیں

مولوی خدابخش، مہتمم مکتبۂ بیت الحکمت، لاہور
نے
گیلانی برقی پریس لاہور میں
باہتمام
منشی ضمیر احمد خان پرنٹر طبع کرا کر
بیت الحکمت، لاہور
سے
شائع کی +

سنہ ۹۴۳ ہندی

فہرستِ مضامین

مضمون	صفحہ
مُقدّمہ	۱۷ تا ۳۸
جدوجہد عالمگیر حرکت ہے	۱۷
جدوجہد کی دو صورتیں :	۱۷
ارتقاء	
انقلاب	
انقلاب کے تین اجزاء	۱۸
(جہاد کے بجائے 'انقلاب' کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا ہے؟)	(۲۰)
قرآن حکیم کی تعلیمات انقلابی ہیں	۲۲
قرآن کا انقلاب کسریٰ و قیصر کے خلاف تھا	۲۳
موجودہ یورپ اور اُس کے محکوم ممالک کی حالت	۲۶
قرآن کا انقلاب : مساکین کی تنظیم	۲۸
دنیاوی اور اُخروی زندگیاں مسلسل ہیں	۳۰
قرآنی انقلاب کی حامل جماعت کیا چاہتی ہے ؟	۳۰
مسئلۂ 'قیامت' اور قرآن کے بین الاقوامی انقلاب میں مشابہتِ تامّہ	۳۱

صفحہ	مضمون
۳۴	شانِ نزول کا بیان ضروری نہیں ہے .. ..
۳۵	شانِ نزول کے ساتھ آیات کی پابندی کا نقصان ..
۳۹ تا ۱۲۳	تفسیرِ سورۂ مُزّمّل
۴۱	انقلاب ! انقلاب ! ——— ڈاکٹر اقبالؒ .. .. ..
۴۵ تا ۷۸	رفقاءِ انقلاب کی تیاری .. ..
۴۷	پیرایۂ آغاز .. ..
۴۸	ایک غلط فہمی کا ازالہ لفظ مُزّمّل کے متعلق .. ..
۴۹	المزّمّل کی پہلی تشریح .. ..
۵۰	الحاشرُ کے معنی .. ..
(۵۱)	(تمام اسلامی جنگیں مدافعانہ نہیں تھیں) .. ..
۵۲	نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم زمّیل ——— رفقاء ——— تیار کریں گے
۵۳	[جملۂ معترضہ :
۵۳	انقلاب کے شروع میں رفقاء ہی تیار کئے جاتے ہیں
۵۵	رفاقت کی پہلی منزل .. ..
۵۵	رفاقت کی دوسری منزل .. ..
۵۵	حضرت محمد رسول اللہ کا تعلق اپنے رفقاء کے ساتھ
۵۶	(۱) آپ نبیُ لاشریک ہیں .. .. ..
۵۶	(۲) آپ معلّمِ شفیق ہیں] .. .. ..

مضمون	صفحہ
'الحاشر' کی تشریح فلسفہ ولی اللٰہی کے مطابق	۵۷
حشر میں ہمارے اعمال ہی متشکل ہو کر پیش ہوں گے	۵۷
اعمال و اخلاق بہشت و دوزخ پیدا کریں گے	۵۹
واقعاتِ حشر کی مزید تشریح	۵۹
'میزان' کیا ہے؟	۶۰
'حوضِ کوثر' کیا ہے ؟	۶۰
'تسنیم' کیا ہے ؟	۶۰
حوضِ کوثر اور دیگر انبیاء کے حوض	۶۳
اب انقلابِ عمومی حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے اتّباع ہی سے آسکتا ہے	۶۴
المزّمّل کے دوسرے معنی	۶۵
'قومی' اور 'بین الاقوامی' انقلاب کا بار	۶۶
انقلاب عمومی کے لئے رفقاء خاص کی تیاری	۶۷
جملۂ معترضہ : تہجّد کی نماز عوام کے لئے نہیں ہے ..	۶۷
آیتِ قیامِ لیل منسوخ نہیں ہے	۶۸
'ترتیل' کے معنی	۶۸
بے سمجھے پڑھنے سے روحِ انقلاب فنا ہو جاتی ہے	۷۱
انقلاب کے لئے رفقاء کو سمجھانا ضروری ہے	۷۱
'قولِ ثقیل' کے معنی	۷۲

مضمون	صفحہ
انقلاب کسریٰ و قیصر کے خلاف کرنا مقصود ہے	۷۲
عرب کی حالت	۷۲
جماعتِ خاصّہ کے لئے رات کا وقت کیوں ؟ ..	۷۴
عوام سے ربط —— دن میں	۷۵
اِنقلاب کے بُنیادی اُصُول	۷۹تا۸۸
'اِسم' سے مُراد تجلّی الٰہی ہے	۷۹
انسان کا تعلق تجلّی الٰہی سے کیوں ضروری ہے؟	۷۹
قرآن کا 'نظامِ نو'	۷۹
کام کرنے کے دو ۲ اُصُول	۸۰
قرآنِ حکیم کی انقلابی تعلیم کی خصوصیّت	۸۰
کائنات کا ترقی یافتہ مادّی حصّہ	۸۱
عالمِ مثال	۸۲
قرآنی اصولِ انقلاب کے عملی فائدے	۸۲
قرآن کے انقلابی نظریّے کی ضرورت	۸۳
انقلاب کی جولانگاہ —— عرب کے مشرق و مغرب میں ..	۸۵
قرآن کا منشا : مصنوعی "خداؤں" کا خاتمہ	۸۶
مخالفوں کی مخالفت پر صبر کرو	۸۷
تیاری سے پہلے اقدام مضرّ ہوتا ہے	۸۸

مضمون	صفحہ
سرمایہ پرستوں سے باز پُرس	۸۹ تا ۱۰۰
مکذّبین کسریٰ وقیصر ہیں	۹۱
سرمایہ پرستوں سے باز پُرس ہوگی	۹۱
حضرت مسیحؑ کا ارشاد سرمایہ پرستوں کے بارے میں	۹۱
حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا فرمان سرمایہ پرستوں کے بارے میں	۹۳
باز پُرس کیوں ہوگی ؟	۹۵
افرادِ انسانی اور 'انسانِ کبیر' کا تعلّق	۹۵
صالحیّت کا معیار مساکین کی خدمت ہے	۹۷
انقلاب اور قیامتِ کبریٰ	۹۸
کھانے پینے کے نظام کی اہمیّت	۹۸
فارغ البال ظالم لوگوں کو سزا	۹۹
انقلاب کی منزلِ اوّل ــــ قومی انقلاب	۱۰۱ تا ۱۱۳
قومی انقلاب کی دعوت	۱۰۳
نبی اکرم صلعم کی دو۲ حیثیتیں	۱۰۳
حضرتِ موسیٰؑ کی مثال	۱۰۵
فرعونی ملوکیّت کا خاتمہ	۱۰۶
نظرِ بازگشت	۱۰۷
چھٹی صدی کے فراعنہ ــــ کسریٰ وقیصر	

مضمون	صفحہ
اِنقلاب کے لیئے تدبیر الٰہی کے طریقے	١٠٩
کسریٰ وقیصر اور ان کے تتبع میں قریش کو انذار	١١٠
اس پیشین گوئی کی تصدیق	١١٠
اِنقلاب کا مطالعہ کرنے کی ضرورت	١١١
قرآن تنبیہ کرتا ہے	١١٢
اب کون بچے گا ؟	١١٣
اِنقلاب کی منزلِ دُوم —— بینُ الاقوامی اِنقلاب	١١٧تا١٢٨
دوسرے رکوع کی تمہید	١١٨
قیامِ شب کا حُکم دائمی نہ تھا	١١٨
ترمیمِ حکم کے دُوسرے اسباب : (١) مرض (٢) سفر (٣) قتال	١١٨
ایک اہم نکتہ : قرآن کی تعلیم کے انقلابی ہونے کا ثبوت	١٢٠
عدمِ تشدّد طبعی اصول نہیں	١٢١
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی مکّی اور مدنی زندگی : ایک شبہے کا ازالہ	١٢٢
نماز اور زکوٰۃ کا دائمی قانون	١٢٥
سرمایہ محدود کرنے کا قانون	١٢٦
انفرادی اور اجتماعی مفادات کا تلازُم	١٢٧
بین الاقوامی کام زیادہ شاندار کام ہے	١٢٧
قیامِ ضبط کی ضرورت	١٢٨
خلاصۃ الکلام	١٢٩

مضمون	صفحہ
تفسیر سُورۂ مُدّثّر	۱۳۳تا۲۰۸
بَینُ الاَقوامی اِنقلاب کے اُصُول	۱۳۷تا۱۶۴
سُورۂ مزّمّل کے ساتھ ربط	۱۳۷
سُورۂ مدّثّر کا مضمون	۱۳۸
مُدّثّر کے معنی	۱۳۹
نبی اکرم صلعم کی سیرتِ مبارکہ کا ایک نکتہ	۱۳۹
اِسلام کا جامع انقلاب	۱۴۱
انقلاب میں اشاعت کی ضرورت	۱۴۲
اِنقلاب کا اُصُولِ اوّلیں : انسانی قانون سے بغاوت	۱۴۳
قرآنی سیاسیات کی تشریح	۱۴۴
نبی اکرم صلعم کے لئے مشورہ واجب تھا	۱۴۵
حضرت علیؓ کا نظریّہ	۱۴۵
حضرت عمرؓ کا نظریّہ	۱۴۶
خُضوع یا اِخبات اِلی اللّٰہ	۱۴۷
اس جذبے کا نفسیاتی تجزیہ	۱۴۷
لباس کی پاکیزگی	۱۴۸
اِس کا نتیجہ	۱۴۸
نفسیاتی نجاستوں سے اجتناب	۱۴۸
اس کا نتیجہ	۱۴۹

مضمون	صفحہ
انقلاب کی دوسری مدّ	۱۴۹
باطنی پاکیزگی	۱۴۹
انقلاب کی تیسری مدّ	۱۵۰
انتفاع کا امتناع	۱۵۱
انقلاب کا بنیادی اُصُول	۱۵۱
سرمایہ پرستارانہ نظام کی بربادی کے اسباب ـــ امام ولی اللہ دہلوی کے نظریات	۱۵۲
(۱) ناحق مال بٹورنا	۱۵۳
(۲) گراں بار ٹیکس	۱۵۳
کسریٰ و قیصر کی تباہی کی مثال	۱۵۴
ایرانیوں اور رومیوں کی عیّاشی	۱۵۶
اٹھارویں صدی کی دِلّی کی حالت	۱۵۷
ٹیکسوں کی بھرمار	۱۵۸
عوام کی حالت	۱۵۸
انسانی معاشرے پر اقتصادی بدحالی کا اثر	۱۵۹
بیکاری کی مصیبت	۱۵۹
اِنقلاب کے لئے استقامت کی ضرورت	۱۶۰
خلاصہ	۱۶۱
قرآن کے انذار کا نتیجہ	۱۶۱

مضمون	صفحہ
قیامت اور انقلاب	۱۶۴
بین الاقوامی پروگرام کے مخالفین	۱۶۵ تا ۱۸۰
سرمایہ پرستانہ ذہنیت کا تجزیہ	۱۶۷
سرمایہ پرستانہ ذہنیت کا انجام	۱۶۹
مخالفانہ جانچ پرتال	۱۷۰
مخالفانہ پروپیگنڈہ	۱۷۲
ارتجاع کا انجام	۱۷۳
جہنّم کی حقیقت	۱۷۴
ایک نفسیاتی نکتہ	۱۷۵
قرآن بین الاقوامی یاددہانی ہے	۱۸۰
آگے بڑھنے کی دعوت	۱۸۱ تا ۱۸۸
ارتجاع غالب نہیں آسکتا	۱۸۲
انقلاب کی پہلی منزل — عرب پر قبضہ	۱۸۳
بین الاقوامی منزل	۱۸۳
مخالفین کو جنگ میں سزا ملے گی	۱۸۴
نبی اکرم صلعم کا اعلان	۱۸۵
انقلاب میں آگے بڑھو	۱۸۶
پیچھے رہنے والے برباد کر دیے جائیں گے	۱۸۷

مضمون	صفحہ
انسان کے اعمال کس طرح محفوظ رہتے ہیں: امام ولی اللہ کا نظریہ	۱۸۷
انقلاب کے پیشرو	۱۸۸
بین الاقوامی پروگرام کی تفصیل	۱۸۹ تا ۲۰۰
ارتجاع کا نفسیاتی تجربہ	۱۹۱
(۱) تعلق باللہ کی ضرورت	۱۹۱
(۲) مساکین کی تنظیم کی ضرورت	۱۹۳
بیکار مباحثے	۱۹۳
(۳) اعمال کی ذمہ داری سے انکار	۱۹۴
دوبارہ انذار	۱۹۴
انقلاب کی تمثیل	۱۹۵
نزاع پیدا نہیں ہونے دیا جائے گا	۱۹۶
انقلاب سوسائٹی کے اندر سے پیدا ہوتا ہے	۱۹۸
قرآنی انقلاب کے تجربے کی دعوت	۱۹۸
یہ انقلاب عدل قائم کرے گا	۱۹۸
خلاصۃ الکلام	۲۰۱
نظرِ بازگشت: مُزّمّل اور مُدّثّر کا تقابل	۲۰۳

مقدمہ

إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ (۱۹۶)

بے شک و بے شبہ میرا پروردگار وہ ہے جس نے انسان کے نوعی تقاضوں کے مطابق ضابطۂ حیات (قرآن حکیم)*
اتارا اور وہی صالحین کی جماعت کو (اس خدمت کے لئے) اپنا دوست بناتا ہے اور بناتا رہے گا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

کائنات میں تغیر و تبدل اور کشمکش کا سلسلہ اس قدر ہمہ گیر ہے کہ اس کا کوئی گوشہ اس سے بچا ہوا نہیں ہے۔ بے جان مادّے کے طبعی تغیرات سے لے کر حیوانات کی جہد للبقاء (Struggle for Existence) تک ہر جگہ یہ سلسلۂ تغیرات کارفرما نظر آتا ہے۔ حیوانات میں جوں جوں شعور بڑھتا جاتا ہے۔ کشمکشِ حیات پیچیدہ سے پیچیدہ تر صورت اختیار کرتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ نوعِ انسان میں یہ معمولی تنازع للحیات سے بڑھ کر جہاد فی سبیل اللہ یعنی اصولوں کی خاطر جنگ کی منزل پر پہنچ چکی ہے۔

انسانی معاشرہ (سوسائٹی) میں ایک طبقہ دوسرے طبقے پر غلبہ پاکر مغلوب طبقے سے ناجائز انتفاع (Exploitation) شروع کر دیتا ہے تو مغلوب طبقہ کمزور ہونے کے باعث غالب طبقے کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور دبتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک حد آجاتی ہے جس سے آگے وہ دب نہیں سکتا۔ اس وقت وہ طبقہ بالادست کے خلاف جدوجہد کرنے لگتا ہے۔

یہ جدوجہد دو صورتیں اختیار کرتی ہے:۔

(ا) ارتقائی جدوجہد:۔ اس میں غلط کار طبقے کی اصلاح کی کوشش صرف وعظ و نصیحت سے کی جاتی ہے اور مغلوب طبقے میں بھی احساسِ عمل اس

طریق سے پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر اس وعظ و نصیحت کے پیچھے کوئی طاقت نہ ہو تو وہ بالکل بے نتیجہ رہتی ہے اور اگر برسرِ اقتدار جماعت مخالفانہ نشر و اشاعت (Counter-propaganda) شروع کر دے تو پھر اس تبدیلی چاہنے والی جماعت کی کامیابی معلوم!

(۲) انقلاب - اس کا طریق کار یہ ہوتا ہے۔ کہ خرابی پیدا کرنے والی مقتدر جماعت کے خلاف کوئی صاحبِ فکر، دعوت و تبلیغ شروع کرتا ہے۔ اور وہ اپنے گرد ایسی جماعت پیدا کر لیتا ہے۔ جو اپنے نصب العین پر اپنا سب کچھ ــ جان و مال، عزیز و اقارب، اور اپنی ہر محبوب شے ــ قربان کرنے کو تیار ہوتی ہے۔ یہ جماعت صاحبِ اقتدار جماعت سے وہ آلۂ اقتدار چھیننے کی کوشش کرتی ہے جس کے بل بوتے پر وہ کمزور جماعت سے انتفاع کر رہی تھی۔ یہ طریق کار اکثر اوقات تبدیلی پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

اس انقلابی طریق کار کے تین ضروری جزو ہیں :-

(۱) نصب العین (Ideal)

(۲) جماعت (Party)

(۳) لائحہ عمل (Programme)

نصب العین سے مراد یہ ہے۔ کہ کوئی جماعت اپنے سامنے سوسائٹی میں ایک غلط نظام پاتی ہے۔ وہ جماعت اسے برباد کر کے اس کی جگہ صحیح نظام لانا چاہتی ہے تو یہ تخریب اور اسکی جگہ صالح نظام کے قیام کا ارادہ اس کا نصب العین کہلاتا ہے ؎

گفت رُومی ہر بناء کہنہ کآباداں کنند
می ندانی اوّل آں بنیاد را ویراں کنند

جماعت سے مراد یہ ہے کہ چند لوگ جو ہم فکر ہیں وہ اپنے فکر کے مطابق عمل کرنے پر جمع ہو جاتے ہیں۔ ان میں کوئی اونچ نیچ نہیں ہوتی۔ وہ اپنے نصب العین کو جانتے ہیں اور اس کی خاطر ہر خطرہ برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ وہ ایک جسم کی طرح کام کرتے ہیں۔ اس حیثیت میں وہ جماعت کہلاتے ہیں۔

لائحہ عمل یا پروگرام سے مراد یہ ہے کہ وہ جماعت جس کا نصب العین معیّن ہے۔ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایک طریق کار سوچتی ہے۔ اس پر خوب اچھی طرح غور و فکر کرتی ہے اور آخر کار سب افراد اسے تسلیم کر کے اس پر گامزن ہونا قبول کر لیتے ہیں۔

جب تک کسی جماعت میں یہ تینوں اجزاء نہ پائے جائیں وہ انقلابی نہیں کہلا سکتی۔ اس جماعت کا فکر شروع سے آخر تک ایک ہی رہتا ہے۔ البتہ طریق عمل یا لائحہ عمل حسب ضرورت بدل سکتا ہے۔

چونکہ صاحب اقتدار جماعت لڑے بھڑے بغیر اپنا اقتدار چھوڑ نہیں سکتی۔ اس لئے انقلاب میں عموماً جنگ ناگزیر ہوتی ہے۔ اس لئے انقلابی جماعت جنگ کو بطور ایک ضرورت کے جائز سمجھتی ہے مگر لڑنے اور نہ لڑنے کا فیصلہ حالات کے مطابق کرتی ہے۔ ابتدا میں وہ خاموشی کے ساتھ کام کرتی ہے۔ اور رائے عامہ کو اپنے ساتھ ملاتی ہے۔ یہاں تک کہ زمام اقتدار سنبھالنے کے قابل ہو جاتی ہے۔ اس تیاری کے زمانے میں وہ مخالف کی

طرف سے ہر قسم کے اشتعال کے باوجود وہ کھلم کھلا لڑائی سے پرہیز کرتی ہے اور بطریق احسن طرح دی جاتی ہے۔ اور سب حملوں کو نہایت استقامت اور استقلال کے ساتھ برداشت کرتی ہے۔ اس کے ارکان کو اپنے نصب العین کا پورا پورا علم ہوتا ہے۔ اور سب میں وحدۃ فکری ہوتی ہے۔ اس لئے دشمن کا پروپیگنڈہ یعنی "فکری حملہ" ان کو گمراہ نہیں کرسکتا۔ ان کی وحدۃ فکری کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ان میں وحدۃ عملی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے نفع و نقصان کو مشترک سمجھتے ہیں۔ اس لئے دشمن کا "اقتصادی حملہ" بھی انہیں منتشر نہیں کرسکتا۔

اگر قرآن حکیم کی تعلیمات پر مجموعی حیثیت سے نظر ڈالی جائے تو وہ بالکل انقلابی نظر آتی ہیں۔ اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا عمل بالکل قرآنی انقلاب کی عملی تفسیر معلوم ہوتا ہے۔

پہلے نصب العین کو لیجئے:-

قرآن حکیم میں جابجا آمنوا و عملوا الصّٰلحٰت کی دعوت دی گئی ہے۔

ے ہم نے یہاں لفظ جہاد چھوڑ کر عمداً انقلاب کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جہاد کے لئے جس نظام کی ضرورت ہے۔ اس سے ہم محروم ہو چکے ہیں لفظ جہاد میسّر نہ رہنے کی حالت میں لفظ انقلاب سے بڑھ کر عوام کے لئے کوئی معنی خیز لفظ موجود نہیں ہے۔ جو ہم استعمال کرسکیں۔ اگر ہم انقلاب کے تخیّل کو اپنا لیں اور ہندوستان کے اندر اسے کامیاب بنا لیں تو ہم اس سے اگلی منزل کی تیاری کرسکتے ہیں۔ ہماری سمجھ میں اس کے بغیر آگے بڑھنے کا اس وقت کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ انقلاب کو کامیاب بنانے کا واحد ذریعہ ہمارے نزدیک درجہ نوآبادی کا حصول ہے۔

یہ ایمان کیا چیز ہے؟ کسی بات کو نصب العین بنا کر اسے اپنا نا کہ اس پر پورے اطمینان اور انشراح قلب کے ساتھ اپنا سب کچھ قربان کیا جا سکے ایمان ہے۔ اس ایمان کے مرکز میں قرآن حکیم کو لے آئیے تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی مقدس جماعت کا عمل بالکل انقلابی نظر آئے گا۔ چنانچہ قرآن حکیم فرماتا ہے۔ کہ ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ

(یعنی اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین ——— صحیح اور پائدار قانون ——— دے کر محض اس لئے بھیجا ہے کہ وہ اسے تمام مجموعہ ہائے قوانین پر غالب کر دیں) اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی زندگی پر نظر ڈالیں تو بے شک و شبہ نظر آتا ہے کہ انھوں نے قرآن حکیم کو اپنا نصب العین بنایا اور اپنا سب کچھ اس پر قربان کر دیا۔

اس کے بعد جماعت کو لیجئے :-

صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین) کی ایک خاص تعداد ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شروع سے آخر تک کام میں شریک رہی۔ قرآن حکیم میں ان کا ذکر عموماً حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ساتھ آتا ہے۔ چنانچہ سورۂ فتح میں ہے کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی) اور سورۂ توبہ میں ہے کہ لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ (محمد رسول اللہ اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ شریک

ایمان ہیں) یہ وہ لوگ ہیں جن کو اس آیت میں معین کیا گیا ہے :-

السَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ (یعنی مہاجرین اور انصار میں سے پہلے ایمان لانیوالے لوگ اور وہ لوگ جو اُن کی اچھی طرح پیروی کریں)

اس آیت میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی جماعت کے دو حصے کئے گئے ہیں :-

(ا) وہ لوگ جو مہاجرین اور انصار میں سے پہلے ایمان لائے۔ ان کو حِزبُ اللہ قرار دیا گیا ہے۔

(ب) وہ لوگ جو ان کی پوری پوری طرح پیروی کریں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قیامت تک رسول اللہ صلعم اور آپ کی پہلی جماعت کی پیروی کرتے رہیں گے

اب پروگرام لیجئے :

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں مہاجرین اور انصار کا پہلا طبقہ حزب اللہ کہلاتا تھا۔ اس کا پروگرام وہی ہے جو قرآن حکیم نے دیا تھا۔ یہ جماعت اپنے فیصلے قرآن حکیم اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی تشریحات کے مطابق کرتی رہی۔ ان کے بعد جو لوگ ان کی پیروی پوری پوری طرح کرینگے (متبعین باحسان) وہ بھی قرآن حکیم اور تشریحات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے مطابق فیصلے کریں گے اور جہاں نئے حالات میں نئی صورتیں پیدا ہوں وہ اپنے متفق علیہ یا اغلبیت کے فیصلوں سے کام لیں گے۔ امیر اس جماعت میں سے ہوگا۔ اور وہ اپنے رفقاء کے مشورے سے کام کریگا۔

18886

حضرت عثمانؓ کی شہادت تک کے زمانے میں جسے امام الائمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ خیر القرون[1] قرار دیتے ہیں اسی طرز پر کام ہوتا رہا۔ اور اس سے سرِ مو تجاوز نہیں ہوا۔ اس کے بعد اختلافات کا ظہور ہونے لگا۔ اس لئے حضرت امام کے نزدیک صرف حضرت عثمان ذوالنورین کی شہادت تک کا زمانہ قابلِ سند ہے۔

قرآنِ حکیم کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے۔ تو سارا قرآن ان انقلابی اصولوں پر صحیح اترتا ہے۔ اور جن لوگوں نے اسے پہلے پہل دنیا سے روشناس کرایا۔ انہوں نے اسے انقلابی رنگ ہی میں پیش کیا نہ کہ ارتقائی رنگ میں۔ صفحات مابعد میں سورۂ مزمل اور سورۂ مدثر کی جو تشریح کی گئی ہے وہ انہی اصولوں پر کی گئی ہے (الخطاء منی والصواب من عند اللہ) قرآنِ حکیم نے جو انقلاب پیدا کیا وہ حقیقت میں کسریٰ ایران اور قیصر روم کے خلاف تھا[2]

---

[1] شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "قرنِ اول زمانِ آنحضرت بود صلی اللہ علیہ وسلم از ہجرت تا وفات و قرنِ ثانی زمانِ شیخین و قرنِ ثالث زمان ذی النورین بعد ازاں اختلافہا پدید آمد و فتنہا ظاہر گردید" (ازالۃ الخفا ص۱۲۱ ص۱۴۱) (یعنی قرن اول سے مراد حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک ہے جو ہجرت سے وفات تک ہے اور قرن دوم سے مراد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کا زمانہ ہے اور قرنِ سوم سے مراد حضرت عثمانؓ کا عہد ہے۔ اس کے بعد اختلافات اور فتنوں کا ظہور ہو گیا)

[2] شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ: لاجرم داعیۂ ظہورِ دینِ حق و قصدِ انتقام از کفرہ فجرہ برہم زدنِ دولتِ کسریٰ و قیصر را آشیانہ خود گردانید تا چوں ایں ہر دو دولت برہم خورد اعظم ادیانِ موجودہ در شہر آنہا برہم خوردہ باشد (ازالۃ الخفا ص۴۶) (یعنی لامحالہ دین کے ظہور اور قانون شکن کفار سے انتقام کے عزم سے مراد کسریٰ و قیصر کی حکومت کی تباہی تھی۔ کہ یہ دونوں حکومتیں تباہ ہو جائینگی تو موجودہ دینوں میں سے بڑے دین خود بخود تباہ ہو جائیں گے)

اس وقت کی مہذّب دُنیا کا بہت بڑا حصّہ ان دونوں حکومتوں کے ماتحت آچکا تھا چنانچہ کسریٰ ایران کی حکومت مشرق میں سرحد ہندوستان تک پہنچ چکی تھی اور قیصر روم کی حکومت مغرب میں انتہا سے مراکش تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس عظیم الشان خطے میں انسانوں کی بہت وسیع آبادی موجود تھی لیکن وہ انسانیت کے حقوق سے محروم کردی گئی تھی۔ امیروں۔ جاگیرداروں اور شاہی خاندانوں نے مل کر کسانوں تاجروں اور پیشہ ور لوگوں کو اس بُری طرح لُوٹنا کھسوٹنا شروع کر رکھا تھا کہ وہ بیچارے گدھوں اور بیلوں کی حالت تک پہنچ گئے تھے جن کو صرف اِس لئے زندہ رکھا جاتا ہے کہ انسان کے کام آتے ہیں۔ سیاسی گروہ کے ساتھ علمی اور مذہبی گروہ نے بھی گویا "سازش" کر رکھی تھی۔ اور یہ آخر الذکر گروہ عوام کو اپنے حال پر مطمئن رکھنے کے لئے مذہب سے تلقین بہم پہنچاتا تھا اور اس کام کی اُجرت کے طور پر سیاسی گروہ کی لوٹ کھسوٹ میں سے حصّہ پاتا تھا۔ بیچارے عوام چکّی کے ان دو پاٹوں ——— اقتصادی سرمایہ داری اور علمی سرمایہ داری ——— کے بیچ میں پس کر رہ گئے تھے۔ امام الائمہ امام ولی اللہ دہلویؒ نے ان کی حالت کا دردناک نقشہ حجۃ اللہ البالغہ میں کھینچا ہے۔ وہ چشم عبرت بیں کے لئے دیدہ کشا ہے۔

ان حالات کا چربہ اُس زمانے میں مکّے کی زندگی میں وہاں کے فارغ البال لوگوں نے پیدا کر رکھا تھا۔ یہاں بھی رؤسا کا ایک طبقہ تھا۔ جس نے عوام الناس کو اقتصادی لحاظ سے اور "پروہتوں" کے گروہ نے

ذہنی لحاظ سے غلام بنا رکھا تھا۔

دُنیا کی یہ حالت تھی جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اعلان نبوت فرمایا۔ قرآن حکیم اس حالت کا نقشہ ان بلیغ الفاظ میں کھینچتا ہے:-

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ

(الروم : ۴۱) (لوگوں کے کرتوت کی وجہ سے خشکی و تری میں فساد برپا ہو چکا تھا) اس کے متعلق امام ولی اللہ فرماتے ہیں کہ :-

فلما عظمت هذه المصيبة واشتد هذا المرض سخط عليهم الله والملئكة المقربون وكان رضاه تعالى في معالجة هذا المرض بقطع مادته

(حجة الله البالغه جلد اول ص۱۰۶)

(یعنی جب یہ مصیبت یعنی اقتصادی لوٹ کھسوٹ حد کو پہنچ گئی اور مرض نے شدت پکڑی تو خدا تعالےٰ اور اس کے مقرب فرشتے سخت ناراض ہوتے اور اللہ تعالےٰ کی حکمت اور مشیت نے فیصلہ کیا۔ کہ اب اس میں اصلاح حال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے اس مرض سے انسانیت کو نجات دلانے کے لئے اس کا مادہ —— کسریٰ اور قیصر کی حکومت —— ہی جسم انسانیت سے کاٹ کر پھینک دی جائے)

اس انقلاب عظیم کے برپا کرنے کے لئے

بعث نبيًّا اُمّيًّا صلّى الله عليه وآله وسلّم لمخالطة

العجم والروم ولم يترسم برسوم وجعله ميزاناً يعرف به الهدى الصالح المرضى عند الله من غير المرضى ...... وقضى بزوال دولتهم بدولته وریاستهم بریاسته بانه هلك كسرىٰ فلا كسرىٰ بعدہٗ وهلك قیصر فلا قیصر بعدہٗ'
(ایضاً)

اللہ تعالےٰ نے اس نبی کو مبعوث فرمایا جو ان پڑھ تھا (صلی اللہ علیہ وسلم) اور جو ایرانی اور رومی رسم و رواج سے آزاد تھا۔ اسے اللہ تعالےٰ نے ہدایت صالح کے لئے جو خدا تعالےٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے معیار مقرر کیا۔ تاکہ اسے دیکھ کر نا پسندیدہ کا علم ہو ......
اور فیصلہ کیا کہ اس نبیؐ کی حکومت کے ذریعے سے کسریٰ و قیصر کی کی حکومتوں کو اور اس کی لیڈر شپ کے ذریعے سے ان کی لیڈر شپ کو ختم کر دیا جائے تاکہ کسریٰ و قیصر فنا ہو جائیں اور پھر ان کی کسرویتؒ قیصریت نہ رہے)

آج یورپ میں اور اس کے سیاسی اور فکری محکوم ملکوں میں چند بالائی طبقوں کی مالی بلندی اور عوام کی معاشی پستی کی جو حالت ہے اور اس کے نتیجے کے طور پر اخروی زندگی سے جو "بے نیازی" اور غفلت ہے وہ رومی اور ایرانی حکومتوں کے بالکل مشابہ ہے۔ اور ان بالائی طبقوں کی ذہنیت اور عوام سے انتفاع کے اصول وہی ہیں جو ان دو حکومتوں میں

تھے۔ امام ولی اللہ دہلویؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ کہ وَمَا تَرَاهُ مِنْ مُلُوكِ بِلَادِكَ يُغْنِيكَ عَنْ حِكَايَاتِهِمْ (یعنی تمہارے اپنے ملک کے امراء اور حکام کی جو حالت ہے اسے دیکھ لو تو تمہیں دوسرے ملکوں کے امراء اور حکام کی حالت دیکھنے کی ضرورت ہی نہ رہے گی) یہ فقرہ آج بھی اتنا ہی صحیح ہے جتنا امام ولی اللہ دہلویؒ کے زمانے میں تھا۔ آج بھی ہندوستان کی وہی حالت ہے کہ ایک طرف ایک چھوٹا سا سرمایہ دار اور سرمایہ پرست طبقہ ہے جس کی آمدنی ہزاروں سے لے کر کروڑوں تک ہے۔ دوسری طرف وسیع مفلس طبقہ ہے جس کی آمدنی صرف چند آنے ماہانہ ہے۔ طبقہ بالا دست نے زیردست طبقے کو قابو میں کیا ہوا ہے۔ اور زیردست طبقہ اپنے انسانی حقوق کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے کی طاقت رکھنا تو ایک طرف یہ سمجھنے کی استعداد بھی نہیں رکھتا کہ اس کے انسانی حقوق کیا ہیں اور اس کے فرائض کیا ہیں۔ قرآن حکیم نے آکر بتایا کہ زمین میں جو کچھ ہے وہ بلا امتیاز سب انسانوں کے لئے ہے۔ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (جو کچھ زمین میں ہے وہ سب تم سب کے لئے ہے) انسانوں کے کسی خاص طبقے کے لئے نہیں ہے۔ اس لئے ہر ایک شخص کو اس میں سے اس کی ضرورت کے مطابق حصہ ملنا چاہئے۔ جو لوگ ذرائع پیداوار پر قبضہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں اور محتاجوں کو ان کی ضرورت کے مطابق فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں دیتے۔ وہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر نہیں کرتے۔ وہ جانتے نہیں کہ اللہ کی نعمتوں کو ٹھیک طور پر استعمال کر کے کس بلند درجے پر پہنچ سکتے ہیں اور اب ٹھیک طرح استعمال نہ کر کے

کس گڑھے میں گرے جا رہے ہیں۔ سوسائٹی کے ایک بڑے حصے کی ضروریات سے انسان کس طرح اندھا ہو جاتا ہے اور پھر اس غفلت سے کس قدر نقصان اٹھاتا ہے!

اگلے صفحات میں جن دو سورتوں کی تشریح کی گئی ہے۔ ان میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ فارغ البال لوگوں کا فرض ہے کہ وہ کھانے پینے کے معاملے میں اپنے محتاج بھائیوں کی خبر گیری کریں۔ لیکن کسی محتاج کو چند لقمے دے کر اس کا پیٹ بھر دینا خبر گیری میں داخل نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو لکڑیاں بیچ کر خود کمانا سکھایا۔ یہ ہے اصل میں محتاجوں کی خبر گیری کرنا۔ آج کل ہماری سوسائٹی میں جس ذلیل طریق سے محتاجوں کو ٹکڑے دیا جاتا ہے۔ یہ ان کو تباہ کرنے کا بدترین ذریعہ ہے۔ ضرورت ہے کہ محتاجوں کی خبر گیری کے لئے جابجا منظم محتاج خانے ہوں۔ جہاں محتاجوں کو اس طرح کھلایا پلایا جائے کہ ان کی انسانیت کو صدمہ نہ پہنچے۔ اور جو لوگ کام کر سکتے ہیں ان کے لئے کام بہم پہنچایا جائے۔ یا ضرورت ہو تو ان کے لئے آلات کار بہم پہنچائے جائیں۔ یہ ہے اُن کی خبر گیری۔

اس انقلاب کے لئے قرآن حکیم مساکین کی اجتماعی تنظیم کا پروگرام پیش کرتا ہے۔

قرآن حکیم کمزور انسانی افراد کو انسانی اجتماع میں یہ حقوق کیوں دیتا ہے؟ یعنی وہ مرفہ الحال لوگوں کو کیوں مجبور کرتا ہے کہ اپنی کمائی میں سے ایک

حصہ محتاجوں اور مسکینوں کے لئے ضرور نکالیں جو ان کا حق قرار دیا گیا ہے؟ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے فردِ انسانی کی ساخت کچھ ایسی رکھی ہے کہ وہ اجتماع ہی میں آگے بڑھ سکتا ہے۔ انفرادی زندگی میں اسے اپنی پوشیدہ قوتوں کو بروئے کار لانے کا موقعہ نہیں ملتا۔ اور وہ جامد (Atrophied) ہو کر رہ جاتا ہے۔ فرد کی حالت انجماد کا اثر اجتماع انسانی کے دوسرے افراد پر خود بخود پڑتا رہتا ہے۔ اس لئے اجتماع کو ان مضر اثرات سے بچانے کے لئے افراد کی خبرگیری ضروری ہے۔ جو اجتماع محتاجوں کی خبرگیری نہیں کرتا وہ توڑ دینے کے قابل ہے۔ اصل میں اس کا نام "اجتماع" رکھنا ہی ظلم ہے۔ اجتماع فقط افراد کی خبرگیری کے لئے پیدا ہوتا ہے۔ اگر وہ افراد کی خبرگیری نہیں کرتا تو وہ برباد کر دیئے جانے کے لائق ہے۔

محتاجوں کی خبرگیری کے لئے قرآن حکیم نے زکوٰۃ مقرر کی ہے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے۔ کہ زکوٰۃ کا موجودہ نصاب اس زمانے میں مقرر ہوا تھا جب بیت المال عام لوگوں کی خبرگیری کرنے پر قادر تھا۔ اگر مسلمانوں کی زکوٰۃ کی آمدنی افراد کی خبرگیری کے لئے ناکافی ہو تو ہر ایک سرمایہ دار کا سارے کا سارا سرمایہ لے کر اس کام میں صرف کیا جا سکتا ہے۔

افراد کو اجتماع میں رکھ کر قرآنِ حکیم ان کے اندر بعض

---

۵ وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (یہ اس شخص کا حق ہے جس کی حالت سوال تک پہنچ جائے۔ اور جو اسبابِ معاش سے محروم ہو گیا ہو) (الذاریات: ۱۹)

اخلاق کی تکمیل کرنی چاہتا ہے۔ ان اخلاق کی تکمیل سے انسان کے نفس کے اندر ایسی کیفیات جمع ہو جاتی ہیں، جن کا مجموعہ (Sum total) انسانی معاشرے (Society) کو بلند کر دیتا ہے۔ اور یہی کیفیات اس کے مرنے کے بعد کی زندگی میں اس کے لئے مفید ثابت ہوتی ہیں۔

امام ولی اللہؒ انسان کی زندگی کو ایک اکائی مانتے ہیں جس کا ایک حصّہ اس دنیاوی زندگی میں گزارا جاتا ہے اور دوسرا حصّہ اسی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر اُس کے اُوپر بھی ترقی جاری رہتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی سوسائٹی میں رہتا ہوا اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کے جو اثرات اپنے نفس کے اندر جمع کرتا ہے۔ وہی اگلی زندگی میں جاکر اس کے لئے جنّت کی زندگی پیدا کر دیتے ہیں۔ اور وہ اعمال بد اور اخلاق رذیلہ کے جو اثرات جمع کر لیتا ہے وہ اس کے لئے جہنّم کی زندگی پیدا کر دیتے ہیں۔ پس قرآنی انقلاب کا منشا صرف یہ ہے کہ معاشرہ انسانی میں اچھے اخلاق کی حکومت ہو۔ یعنی وہ جماعت حکمرانی کرے جو قرآن کے تجویز کردہ مذکورہ بالا اخلاق لوگوں میں پیدا کرے۔ قرآن حکیم یہ اخلاق خارج سے انسانوں کے سر تھوپتا نہیں۔ بلکہ یہ اخلاق خود فطرت انسانی

ؔ امام الائمہ امام ولی اللہ کے نزدیک قرآن جن اخلاق کی تکمیل چاہتا ہے وہ چار اساسی اخلاق ہیں یعنی (۱) اخبات (۲) طہارت (۳) سماحت (۴) عدالت۔ ان کی تفصیل کے لئے ان کے رسالہ ہمعات (شائع کردہ بیت الحکمت لاہور) کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ ان کا اجمالی ذکر سورۂ مدثر میں بھی کیا گیا ہے۔

کے تقاضے ہیں۔ جن کو اسے سوسائٹی میں رہ کر پایۂ تکمیل کو پہنچانا چاہیے۔
قرآن حکیم ان اخلاق کے لئے مشق کے طریقے بھی تجویز کرتا ہے اور مواقع بھی بہم پہنچاتا ہے۔ جو جماعت یہ اخلاق اپنے اندر پیدا کرے گی وہ بدنی اخلاقی اور عملی طہارت کو اپنا شعار بنائے گی۔ وہ خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرے گی۔ اور اسباب کو استعمال کرتی ہوئی بھی صرف خدا پر بھروسہ کریگی۔ اور اس کام سے وہ کوئی ذاتی نفع جوئی نہیں کریگی بلکہ اسکا مطمح نظر صرف خدمت خلق محتاجوں کی خدمت ہوگا۔ کیونکہ یہ خوشنودی خدا کا موجب ہے۔ اس غرض کے حصول کے لئے وہ ایسا عدل قائم کرے گی۔ جو سوسائٹی کے کسی خاص طبقے کو فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ بلکہ سب طبقات کی ضرورتیں پوری کرنے کا کفیل ہوگا۔ چنانچہ وہ ذی استطاعت لوگوں پر حسب ضرورت ٹیکس لگائیگی اور اس طرح جو آمدنی ہوگی وہ مساکین اور غربا میں تقسیم کرے گی۔
یہ قرآنی انقلابی جماعت جب برسر اقتدار آئے گی تو وہ یقیناً ان لوگوں سے بازپرس کرے گی جو عدالت کی راہ میں حائل ہوں گے۔ یا جو طہارت اور دیگر اخلاقِ فاضلہ کی خلاف ورزی کریں گے۔ اور عوام کو خداتعالےٰ کی طرف جانے والے چھوٹے سے چھوٹے راستے —— صراطِ مستقیم —— سے روکیں گے۔ یہ جماعت ہر ملک میں پہلے قومی پیمانے پر کام کرے گی۔ لیکن انسانیت کے اصولوں کو پیش نظر رکھے گی۔ اور بین الاقوامی خلافت کے مقام پر پہنچ کر بھی کسی خاص قوم یا طبقے کی ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر کام نہ کریگی۔ بلکہ تمام نوع انسان کی انسانی

ضرورتوں کے مطابق حکم کرے گی۔ اس جماعت کی پیدا کردہ قومیتیں صحیح بین الاقوامی اجتماع پیدا کرنے کا باعث بنیں گی۔

یہ ہے وہ بین الاقوامی انقلاب جو قرآن حکیم پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اور یہی مدعا ہے اس دعا کا جو ہر انسان کو مانگنی چاہئے۔ کہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَاماً (ہم کو بین الاقوامی انصاف کرنے والوں کا لیڈر بنا)

قرآن حکیم نے جس بین الاقوامی انقلاب کی طرح ڈالی اس سے پہلے سینکڑوں قومی انقلابات ہر ملک اور ہر قوم میں آئے۔ لیکن قرآن حکیم جس نوعیت کا جامع انقلاب لانا چاہتا ہے۔ اس نوعیت کا انقلاب اب تک رونما نہ ہوا تھا۔ اس لئے اس کی نوعیت کو سمجھنا آسان نہ تھا۔ اگر قرآن حکیم کسی خاص ملک یا قوم کے مقامی انقلاب کو عنوان بنا کر اپنے بین الاقوامی انقلاب کا تصور دلاتا تو اس بین الاقوامی انقلاب کے خدوخال پوری طرح ذہن نشین نہ ہو سکتے۔ کیونکہ ایک قوم کے قومی انقلاب کو صرف وہی قوم سمجھ سکتی ہے۔ جس میں وہ انقلاب آیا۔ دوسری قومیں اسے نہیں سمجھ سکتیں اور نہ اس سے عبرت حاصل کر سکتی ہیں۔

ان حالات میں قرآن کے لئے ضروری تھا کہ اپنے بین الاقوامی انقلاب کو روشناس کرانے کے لئے کسی ایسے فکر کو عنوان بناتا جو تمام اقوام میں معروف ہوتا۔ وہ قیامت کا فکر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک روز یہ کائنات منتشر ہو جائیگی اس کے بعد خداوند تعالیٰ تمام انسانوں سے ان کے اعمال کی باز پرس کرے گا۔ یہ فکر دوسرے تبدیلی تمام اقوام عالم

میں مسلّم ہے اور مسلّم رہا ہے۔ چنانچہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے تک یہودیوں اور عیسائیوں کی بدولت یہ فکر مہذب دُنیا کے ایک بہت بڑے طبقے میں روشناس ہو چکا تھا۔ پھر ہندوؤں میں بھی پرلے کا مسئلہ اس فکر کے قریب قریب موجود ہے۔ اور اس طرح تمام دیگر اقوام میں یہ فکر کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ قرآن نے اپنے بین الاقوامی انقلاب کو روشناس کرانے کے لئے اسی فکر کو ذریعہ بنایا۔ اس طرح قرآن حکیم یہ کہنا چاہتا ہے کہ جس طرح نوع انسان پر ایک دن آنے والا ہے جب اس کے افراد سے اس بارے میں بازپرس کی جائے گی کہ طاقتوروں نے کمزوروں کے حقوق کہاں تک ادا کئے۔ اور کمزوروں کی خدمت کتنی کی۔ اسی طرح دُنیا میں قرآن حکیم کی علمبردار جماعت انہی اصولوں پر طاقتوروں سے بازپرس کرے گی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنی پہلی تقریر میں جو انہوں نے عہدۂ خلافت پر قائم ہوتے وقت کی فرمایا کہ تم میں سے ہر کمزور طاقتور ہے۔ جب تک میں اس کا حق نہ دلاؤں اور ہر طاقتور کمزور ہے جب تک اس سے کمزور کا حق نہ لیا جائے۔ یہ انقلابی جماعت ساری نوع انسان کے جملہ مفادات کی محافظ ہو گی۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے عالمگیر یا انسانیت گیر انقلاب کی تشبیہ قیامت کے کائنات گیر انقلاب کے سوا اور کس انقلاب سے دی جا سکتی تھی؟ مگر افسوس ہے کہ اس انقلاب اور قیامت کا جو ربط ہے۔ اسے سوچنے والے عالم بہت کم ملتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قیامت کے انسانیت گیر حادثے سے پہلے قرآن کے جامع اور کامل انسانیت گیر انقلاب کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی یہ ضروری ہے کہ انسانی مجامع کے اندر ایک ایسی

بین الاقوامیت پیدا ہو جس میں تمام اقوام عالم شامل ہوں۔ اور اس مرکزی ادارے کے اوپر جو اقوام کو کنٹرول کرے۔ قرآن حاکم ہو۔ دُنیا نے ایک مرتبہ یہ نظارہ حجاز میں دیکھ لیا ہے۔ اور دوبارہ پھر دیکھے گی۔ جب اسے قائم کرنا اپنا فرض بنالے گی۔ اور اب کے اس تحریک کا آغاز اس جگہ سے ہوگا جہاں قرآن کا علم و فہم سب سے زیادہ ہوگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

ہمارے مفسرین جب قرآن حکیم کی آیات کی تفسیر کرنے بیٹھتے ہیں تو عموماً قرآن حکیم کے بیان کردہ واقعات کو بعض خاص واقعات و اشخاص سے وابستہ کر کے تشریح کر ڈالتے ہیں اور اسے شانِ نزول کا بیان کہتے ہیں۔ چنانچہ اگلے صفحات میں جن دو سورتوں کی تشریح کی گئی ہے ان کی بعض آیات کی توضیح مفسرین نے شخصی واقعات ہی کے رنگ میں کی ہے۔ اس بارے میں ہم امام الائمہ امام ولی اللہ دہلوی ؒ کے مسلک کے تابع ہیں جو فرماتے ہیں کہ

> خاص واقعات کو جن کے بیان کرنے کی زحمت اُٹھائی گئی ہے۔ اسباب نزول میں چنداں دخل نہیں ہے۔ سوائے صرف بعض آیات کے جن میں کسی ایسے واقعے کی طرف اشارہ ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں یا اس سے پیشتر واقع ہوا۔ کیونکہ سُننے والے کے دل میں اشارے سے ایک گہرا انتظار پیدا ہو جاتا ہے۔ جو قصّے کی تفصیل معلوم کئے بغیر دُور نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہم پر لازم ہے کہ ان علوم (تفسیر) کی اس طرح تفصیل کریں کہ خاص خاص واقعات کے بیان کرنے کی تکلیف نہ کرنی پڑے (فوز الکبیر فی اصول التفسیر)

مثلاً سورۂ مدثر میں آیات ۸-۲۵ میں سرمایہ پرست اشخاص کا نفسیاتی تجزیہ (Psychological Analysis) کیا گیا ہے۔ ان آیات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ایک منکر ولید بن مغیرہ سے وابستہ کر کے فارغ ہو جانا کافی نہیں۔ بلکہ ان آیات کو ہر زمانے پر چسپاں کر کے دیکھا جاتے۔ اور ہر شخص اپنی ذہنیت کا جائزہ لے کر فیصلہ کرے۔ کہ وہ کہاں تک اس سرمایہ پرستانہ ذہنیت میں مبتلا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اسلامی تاریخ کے اُس دور میں جب ہمارے امرا نے عوام کی طرف سے جواب طلبی سے بچنے کی کوشش کی بعض علما نے ان آیات کو عہدِ نبوی کے اشخاص و واقعات سے وابستہ کر کے عوام میں یہ غلط تصور پیدا کر دیا کہ ان آیات کا اطلاق عام نہیں ہو سکتا اس پر طرہ یہ کہ اس ذہنیت کے پیدا کر دینے کے ساتھ ہی اس قسم کی تعلیم بھی دینی شروع کر دی کہ ما اقاموا الصلوٰۃ فادفعوا الیھم (یعنی جب تک امرا اور حکام صرف نماز پڑھتے رہیں ان کو زکوٰۃ ادا کرتے رہو) اُن کو معلوم نہیں کہ جو امیر ہو کر محتاجوں کی خدمت نہیں کرتا وہ روحِ زکوٰۃ کا منکر ہے۔ اور ایسے شخص کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔ اس لئے تنہا نماز قائم کرنے کو دین کا مدار نہیں بنایا گیا۔ اس کے لئے یہ آیت کریمہ سامنے رکھنی چاہئے۔ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ۵ حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ وَذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ (یعنی ان کو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں خالص کر کے اس کے واسطے بندگی، ابراہیمؑ کی راہ پر، اور قائم رکھیں نماز اور دیں زکوٰۃ اور یہ ہے راہ مضبوط لوگوں کی) (سورہ البیّنہ: ۵)

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امرا تو اپنی غیر ذمہ دارانہ حرکات سے کیا باز آتے عوام کو ٹیکس ادا کرتے رہنے پر مجبور کر دیا گیا۔ جن سے امرا عیش بلکہ عیاشی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ اور رفتہ رفتہ عوام کے دلوں سے انقلاب کا تصوّر اور امراء سے جواب طلبی کا وہم تک جاتا رہا۔ حالانکہ بقول علامہ جصّاص الرازی الحنفی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے لئے بھی اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنا واجب تھا۔ ضرورت ہے کہ آج پھر مسلمان اس بھولے ہوئے سبق کو یاد کرلیں کہ ہمارے ملک کے امرا اور حکام ہمارے آگے جوابدہ ہیں۔ یہ وہ کلمۂ حکمت ہے جسے اہلِ امریکہ نے ایک حد تک سمجھا اور اعلان کیا کہ No taxation without representation (جو لوگ ہمارے سامنے جوابدہ نہیں ہیں ان کا کوئی حق نہیں کہ وہ کوئی ٹیکس وصول کریں) شہریت (Citizenship) کا یہ وہ ابتدائی اصول ہے جس کی معقول ترین صورت اسلام نے پارٹی پالٹیکس (Party Politics) کی شکل میں پیش کی ہے اور جس کی عملی شکل خلافت راشدہ کا عہد مبارک تھا۔ؑ

الغرض قرآنِ حکیم کی تعلیم انقلابی تعلیم ہے۔ اس انقلاب کا پہلا مطمح نظر قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کی بربادی تھی اور اس کا دائمی منشا اس کے قانون کا غلبہ ہے۔ جس کا ایک اہم ذریعہ مساکین کی تنظیم ہے۔ یہ وہ حشر خیز اصول ہے جس سے دُنیا میں قرآنی انقلاب کی قیامت صغریٰ برپا ہوتی ہے۔ اور جیسی

عہ بقول امام الائمہ امام ولی اللہؒ یہ زمانہ شہادت عثمانؓ تک ہے
از لۃ الخفاء صلا۱۲۱

کے بعد قرآن کی حامل جماعت فارغ البال غاصب طبقوں سے جواب طلبی کرتی ہے۔ حجاز میں یہ نمونہ انقلاب ایک دفعہ رونما ہو چکا ہے جس کی آخری لہریں بعض ملکوں میں اب تک ہچکولے لے رہی ہیں۔ اگر یہ درست ہے۔ کہ اسلام ہمیشہ انسانیت کے کچلے ہوئے طبقات میں ظاہر ہوا ہے اور اب پھر ایسے ہی طبقات میں رہ گیا ہے۔ تو اگر مسلمان ہوشیار ہو گئے تو دُنیا کو ایک انقلاب عظیم کی توقع رکھنی چاہیئے۔ جو نہ صرف جامع ہوگا۔ بلکہ عالمگیر بھی ہوگا۔ اور وہ انقلاب قرآن حکیم کے اصولوں پر ہوگا۔ ممکن ہے کہ امام الائمہ امام ولی اللہ دہلوی ؒ کے طریقے کا ہندوستانی مسلمان بھی اس انقلاب میں اچھا خاصہ حصّہ لے۔ اب ہمارے ملک کے حاملین قرآن کا فرض ہے کہ وہ زمانے کی نبض پہچانیں۔ اور امام ولی اللہ دہلوی ؒ کی حکمت کو سمجھ کر قرآن حکیم کو اپنائیں جو اس دورِ حکمت میں جامع اور عالمگیر انقلاب برپا کرنے والی واحد کتاب ہے۔ وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنَ اللّٰہُ فِی الْاَرْضِ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ ○

دارالرّشاد، گوٹھ پیر جھنڈا

ضلع حیدر آباد (سندھ)

۱۹۴۴ء

سنہ ہندی

چیست قرآں؟ خواجہ را پیغامِ مرگ
دستگیرِ بندۂ بے ساز و برگ
اقبالؒ

سورۂ مزمّل

اِنقلاب! اے اِنقلاب!

انقلاب!

اِنقلاب! اے انقلاب!

خواجہ از خونِ رگِ مزدور سازد لعلِ ناب
از جفائے دِہ خدایاں کشتِ دہقاناں خراب

اِنقلاب!

اِنقلاب! اے اِنقلاب!

شیخِ شہر از رشتۂ تسبیح صد مومن بدام
کافرانِ سادہ دل را برہمن زُنّار تاب

اِنقلاب!

اِنقلاب! اے انقلاب!

میر و سُلطان نرد باز و کعبتینِ شاں دغل
جانِ محکوماں ز تن بُردند و محکوماں بخواب

اِنقلاب!

اِنقلاب! اے انقلاب!

(اقبالؒ)

رفتارِ انقلاب کی تیاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۂ مزمل

رفقاء انقلاب کی تیاری

پیرایۂ آغاز انقلاب! انقلاب! اے انقلاب!

فطرتِ انسانی کے تقاضے ـــــ خدا پرستی ـــــ سے انکار کرنے والے سرکشوں کی گردن توڑنے والا انقلاب! فطرۃِ انسانی کی تکمیل کرنے والی کمزور قوموں کو سربلند کرنے والا انقلاب! ظالموں سے باز پرس کرنے والا انقلاب! اجتماعِ انسانی کو مادی اور روحانی امراض سے پاک کرنے والا انقلاب فطرتِ انسانی کا وہ گوہرِ نایاب ہے جسے وہ کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتی!

معاشرہ انسانی اپنے ابتدائی دور میں ایک خاص نہج پر چل رہا تھا۔ کہ نباضِ فطرتِ انسانی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے نئی ترقی یافتہ بنیادوں پر قائم کیا۔ ان کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام ان کے بعد حضرت موسےٰ علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے انہی اصولوں پر کام کیا جن کی طرح

انبیاء کے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام ڈال گئے تھے۔

صدیاں گزر گئیں! ابراہیمی انقلاب کے اصول تجربے میں آتے آتے انسانیت میں مسلّم ہوگئے اور ترقی یافتہ نوعِ انسان نے ان کے مطابقِ فطرۃ ہونے پر مہرِ تصدیق ثبت کردی۔

اب انسانی رہنمائی کے لئے آخری اور دائمی ہدایت نامے کی ضرورت تھی۔ جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم قرآنِ حکیم کی شکل میں لائے۔ اس میں وہ تمام اصولِ حیات اور ضوابط جمع کردیئے گئے ہیں جن پر انسانی فطرت قائم ہے۔ ان کو بروئے کار لانے اور روئے زمین پر مستحکم طور پر قائم کرنے کے لئے جن ابتدائی قواعد کی ضرورت ہے۔ ان میں سے چند سورۃ مزّمّل میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان اصولوں پر پہلے جزیرہ عرب میں اور پھر اہلِ عرب کی مدد سے دُنیا کے باقی حصوں میں انقلاب برپا ہوا۔

(۱) یَاۤ اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ! [اے مزّمّل!]

ایک غلط فہمی کا ازالہ لفظ مزّمّل کی کئی تشریحات کی گئی ہیں۔ بعض نے اس کے معنے کئے ہیں :- المتزمّل فی ثوبہ وذالك علی سبیل الاستعارۃ، کنایۃ عن المقصّر والمتھاون بالامر و تعریضاً بہٖ۵ (یعنی کپڑوں میں لپٹا ہوا جو بطور استعارہ ہے۔ اور اس میں کنایہ اس طرف ہے۔ کہ وہ شخص کام کرنے میں قصور کرتا ہے۔ اور سستی سے کام لیتا ہے۔ اور یہ اسے گویا تعریض کے طور پر کہا گیا ہے)

---

۵ المفردات القرآن للراغب الاصفہانی

لیکن اس شخص کے متعلق جو اپنے فکر اور اپنی قوت کے ساتھ انسانیت عامہ کو ترقی دینے، خلق اللہ کی خدمت کرنے اور ان کا تعلق اللہ سے جوڑنے کے لئے اتنا بے تاب تھا۔ کہ قرآن حکیم کو کہنا پڑا کہ

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعراء ۱: ۳)

(یعنی یہ جو تیرے پیش کردہ لائحہ جات (Programme of Life) کو نہیں مانتے تو کیا ان کی خاطر اپنی جان ہلکان کر ڈالے گا؟)

اور جس کا یہ حال تھا کہ اللہ کی مخلوق کو راہِ ہدایت دکھانے کا بوجھ اٹھاتے اس کی کمر دہری ہوئی جاتی تھی۔

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (الانشراح ۳:)

(اور ہم نے تیرا بوجھ اتار دیا جس نے تیری کمر کو دہرا کر رکھا تھا)

اور جو لوگوں کو راہِ راست پر لانے کے راستے معلوم کرنے کے لئے بیقرار تھا۔

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (۹۳: ۷) [اور اس نے تجھے تلاش میں گم پایا۔ اور پھر تجھے ہدایت دی]

اس کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ اپنے کام میں سست اور کاہل تھا ع

یہ سوءِ ظن ہے ساقی کوثر کے باب میں

پس لفظ مُزَّمِّل کے وہ معنی لئے جانے چاہئیں، جو اس سورت اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارک کے مناسب ہوں۔

المزمّل کی پہلی تشریح | (۱) (۱) مؤطا امام مالکؒ میں ایک روایت آتی ہے۔ کہ:۔

عن ابن شہاب، عن محمد بن جبیر بن مطعم ان النبی

صلی اللہ علیہ وسلم قال: لی خمسۃ اسماءٍ، انا محمدٌ، وانا احمدُ، وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر، وانا الحاشر الذی یحشر النّاس علیٰ قدمیّ وانا العاقبُ۔ (یعنی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میرے پانچ نام ہیں:۔ مَیں محمد ہوں، مَیں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ میرے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے۔ اور مَیں حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدموں میں اٹھائے جائیں گے اور مَیں عاقب ہوں)

علماء کرام نے حضرت نبی اکرم صلعم کے بیسیوں نام گنوائے ہیں۔ تو ان پانچ ناموں کی خصوصیت کیا ہے؟ ذرا تامل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ وہ نام ہیں جو قرآن حکیم میں آتے ہیں۔ چنانچہ محمد اور احمد تو صاف مذکور ہیں:۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ (الفتح: ۲۹)

یاتی من بعدی اسمہ احمد (۶۱: ۵)

الحاشر کے معنی | الحاشر کی تشریح کرتے ہوئے امام الائمہ امام ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:۔ قیل معنی قولہٗ علیٰ قدمیّ انّہ امامھم یوم الحشر یحتاجون الیٰ شفاعتہ (المسوّیٰ جلد ۲ صفحہ ۵۱۶ باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

یعنی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اس ارشاد کہ " میرے قدموں میں اٹھائے جائیں گے"۔ کے یہ معنی ہیں کہ وہ یوم حشر میں ان کے امام ہونگے اور وہ ان کی شفاعت کے محتاج ہوں گے۔

اس سے ظاہر ہے کہ الحاشر کے معنی ہیں جمع کرنے والا۔ چنانچہ قرآن حکیم

میں آیا ہے کہ :۔

وَحُشِرَ لِسُلَیۡمٰنَ جُنُوۡدُہٗ (النمل : ۱۷) (یعنی سلیمانؑ کے لئے اس کے لشکر جمع کئے گئے)

نیز قرآنِ حکیم میں الحشر نام ایک سورت بھی ہے جس میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ :۔

ھُوَ الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَھۡلِ الۡکِتٰبِ مِنۡ دِیَارِھِمۡ لِاَوَّلِ الۡحَشۡرِ (سورہ حشر : ۲-۳)

حضرت امام الائمہ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں :۔

اوست آنکہ بر آورد آناں را کہ کافر شدند از اہلِ کتاب از خانہاے ایشاں دراوّل جمع کردن لشکر (فتح الرحمان) (یعنی وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کفر کرنے والوں کو پہلی مرتبہ لشکر جمع کرنے کے وقت میں گھر سے نکالا)

یہاں اول الحشر سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا پہلا جارحانہ حملہ ہے جو آپ نے سنہ ۴ھ میں بنی نضیر پر کیا۔ گویا الحاشر کے معنی ہیں لوگوں کو جمع کرتے

عہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگیں مدافعانہ تھیں جارحانہ نہ تھیں عیسائی مشنری (Missionaries) یہ پراپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں کہ اسلام وحشیانہ مذہب ہے جس میں قتل و خونریزی اور غارتگری کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس قسم کے پراپیگنڈہ سے متاثر ہو کر مسلمان علما نے بیسویں صدی عیسوی کے شروع میں یہ نظریہ پیش کرنا شروع کر دیا۔ کہ اسلام کی جنگیں ہمیشہ مدافعانہ رہی ہیں اس نے کبھی کوئی جارحانہ حملہ نہیں کیا۔ مگر درحقیقت یہ ریکیک عذرداری سے بڑھ کر نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ اسلام میں جنگ جائز ہے یا نہیں؟ اگر اسلام جنگ کو جائز قرار دیتا ہے (اور اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ وہ جنگ کو جائز بلکہ ضروری قرار دیتا ہے) تو اس کے بعد یہ افسر جنگ کے اختیار تمیزی (Discretion) پر موقوف ہوتا ہے کہ وہ خود آگے بڑھ کر حملہ کرے یا غنیم کے حملے کی محض مدافعت کرے ظاہر ہے کہ اس کا قرآن کے فیصلے سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔

والا۔اسی طرح المزمّل کے معنی میں زمیلوں کو جمع کرنے والا یعنی قرآن کی انقلابی تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے انقلابی عناصر کو جمع کرنے والا یا اس تحریک کے لئے جس قسم کے رفقاء کار کی ضرورت ہے۔اس قسم کے رفیق جمع کرنے والا۔ نبی اکرم صلعم زمیل (رفقاء) تیار کریں گے (ب) اب لفظ المزمّل پر ایک اور نقطۂ نگاہ سے نظر ڈالتے ہیں:۔

اونٹ کے کجاوے میں عموماً دو آدمی سوار ہوا کرتے ہیں۔ایک ایک طرف اور دوسرا دوسری طرف تاکہ بوجھ دونوں طرف برابر رہے۔ان کو ایک دوسرے کے زمیل کہتے ہیں اور مُزَامِلَۃٌ کے معنی ہیں ایک دوسرے کا زمیل بننا۔پس لغوی اعتبار سے بھی مُزَّمِّل کے معنی ہوتے زمیل یعنی رفقاء راہ تیار کرنے والا۔یعنی جتنا قرآن آپ سمجھتے ہیں اتنا ہی دوسروں کو سمجھا کر انسانیّت کی خدمت کے لئے تیار کرتے ہیں۔اور چاہتے ہیں۔کہ جس محنت و مشقّت سے وہ خود اپنے نصب العین کو کامیاب بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔اسی محنت و مشقّت سے آپ کے ساتھی بھی اسے کامیاب بنائیں۔

لفظ مُزَّمِّل میں مبالغہ بھی پایا جاتا ہے جس سے کثرت کے معنی ظاہر ہوتے ہیں یعنی کثرت سے زمیل ——— رفقاء راہ ——— تیار کرنے والا۔گویا جو شخص آپ سے ایک آیت[۲] بھی سیکھ لیتا ہے وہ اسی حد

---

[۱] الماحی کے لئے دیکھو سورۃ المدّثّر میں لفظ مُدّثّر کی تشریح، اور العاقب کے معنی حضرت امام الائمہ نے بیان کئے ہیں کہ آپ آخری نبی یعنی الخاتم النبیین ہیں۔

[۲] ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ بلّغوا عنّی ولو آیۃً (یعنی ایک آیت بھی مجھ سے سیکھ جاؤ تو اُسی کی آگے تبلیغ کرو)

تک آپ کا ضمیمہ بن جاتا ہے۔

یہ جو ضمیمہ تیار ہوں گے یہی آگے چل کر آپ کی فوج کے سپاہی بن جائیں گے۔ اور پھر آپ کے بعد آپ کی نیابت کریں گے۔ اور خلافت چلائیں گے اس تضمیمہ سے اجتماع (الحشر) پیدا ہوگا۔

جملۂ معترضہ

انقلاب کے شروع میں رفقاء ہی تیار کئے جاتے ہیں

جب حکومت منظم ہو جاتی ہے۔ تو آدمی دو قسم کے ہو جاتے ہیں یعنی حکم دینے والے اور حکم ماننے والے لیکن نئی حکومت پیدا کرنے کے لئے جو انقلاب پیدا کیا جاتا ہے۔ اس میں شروع شروع میں اس قسم کی تمیز نہیں ہو سکتی پہلی منزل میں صرف رفیق (Colleague s) تیار کئے جاتے ہیں مثلاً دو آدمی اپنے اپنے گھر سے کسی سمت کو سفر کرنے کے لئے نکلتے ہیں۔ دونوں راستے میں مل جاتے ہیں۔ یہ ایک دوسرے کے رفیقِ راہ ہیں۔ ان میں حقیقی معنوں میں کوئی افسری ماتحتی نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح انقلاب کی ابتدا میں صرف رفقاء راہ تیار کئے جا سکتے ہیں۔ اس کی صورت یوں ہوتی ہے کہ سب کے سامنے ایک نصب العین (Ideal) کھلے لفظوں میں پیش کر دیا جاتا ہے اس کو کامیاب بنانے کے لیے جو راستہ اختیار کرنا ہوتا ہے وہ سخت خطرناک ہوتا ہے۔ سوسائٹی ان کے نصب العین کو پسند نہیں کرتی۔ ان کے گھر کے عزیز و اقارب تک دشمن ہو جاتے ہیں محلّے والے دشمن ہو جاتے ہیں

گاؤں اور شہر والے دشمن ہو جاتے ہیں پھر سارا ملک دشمن ہو جاتا ہے اور اگر ملک میں کوئی حکومت ہو تو وہ بھی ان کی دشمن بن جاتی ہے۔ ان لوگوں کو اپنے نصب العین کی کامیابی کے لئے ان سب کی مجموعی دشمنی کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اگر انقلابی کارکن یہ سب کچھ سمجھ کر محسوس کر لیں۔ کہ ان کا نصب العین اتنا دلچسپ اور بلند ہے کہ وہ اس کے لئے ان سب عداوتوں اور مصیبتوں کو برداشت کر سکیں گے۔ اور اپنے نصب العین پر اپنا مال، اپنی جان، اپنے بیوی بچے، اپنے عزیز و اقارب اپنا تمام مال و متاع ——— غرضیکہ سب کچھ قربان کر دیں گے۔ تو ان کا کام آسان ہو جاتا ہے۔

اس راہ میں سب سے بڑا سنگ گراں مخالف حکومت کا ہوتا ہے لیکن وہ کیا کر سکتی ہے؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہ پھانسی دے دیگی۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے مقابلے میں مصری جادوگر آئے لیکن جب وہ حضرت موسےٰ پر ایمان لے آئے تو انہوں نے کیا کہا تھا؟ یہی نا کہ لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (۲۰ : ۷۲) (یعنی اے فرعون! یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم تجھے ان دلائل و براہین کے مقابلے میں جو ہم سمجھ چکے ہیں ترجیح دینے لگیں اور تجھے اس ذات واحد سے بالاتر سمجھنے لگیں جس نے ہمیں پیدا کیا تو جو کچھ کر سکتا ہے کر گزر، اور حقیقت میں تو کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ تو ہماری اس چند روزہ دنیاوی

زندگی کے متعلق کچھ کرسکتا ہے تو جو کچھ تُو کرنا چاہتا ہے کرگزر)

الغرض ایک انقلابی، گھر میں بیٹھ کر ایک بلند مقصد کے حصول کے لئے فیصلہ کرتا ہے۔ اور پھر اس نصب العین کو لے کر گھر سے نکلتا ہے وہ تلاش کرتا ہے تو اس نصب العین کے شیدائی کئی اور بھی مل جاتے ہیں یہ اس کے رفقاءِ کار ہیں۔ جب یہ لوگ آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے کو ہم خیال پا کر اجتماعی طور پر کام کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور اس طرح ایک سوسائٹی (Society) پیدا ہو جاتی ہے۔

رفاقت کی پہلی منزل | اس مرحلے پر سب سے مشکل چیز کیا ہوتی ہے؟ وہ یہ کہ ایک صاف تخیل (Idea) پیش کر کے فیصلہ کرانا اور پھر اُسے قبول کر کے چل نکلیں تو ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرنا۔ یہ رفقاء سمجھتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے پر کوئی فوقیت نہیں رکھتے فکر کو عمل میں لانے کے جذبے کے لحاظ سے ہم سب برابر ہیں۔ **انقلابی تخیل** صاف ہو تو یہ بات آسان ہو جاتی ہے۔

رفاقت کی دوسری منزل | اس کے بعد دوسرا مرحلہ آتا ہے کہ تخیل (Idea) کو ساتھیوں کے ذہنوں کی انتہا تک پہنچا دیا جائے۔ اور وہ اسے اچھی طرح سمجھ کر فیصلہ کرلیں کہ وہ اس پر قربان ہو سکتے ہیں اور اپنا سب کچھ قربان کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اگر بعد میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ او ہو! میں تو دھوکے میں رہا۔ میں تو یہ سمجھا تھا مگر یہ تو بات ہی اور نکلی، تو سب کیا کرایا برباد ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلعم کا تعلق اپنے رفقاء کے ساتھ | اس نقطۂ نگاہ سے حضرت محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلّم کی پوزیشن پر غور کیا جائے تو آپ کی دو حیثیتیں نظر آتی ہیں :-

(۱) آپ نبی ہیں | آپ صاحبِ فکر ہیں اور ساتھ ہی خدا کے پیامبر بھی ہیں۔ خدا کا جو پیغام آپ کو پہنچتا ہے آپ کا فکر اسے جذب کر لیتا ہے۔ ناواقف لوگوں کو محسوس ہوتا ہے کہ آپ اپنی بات فرما رہے ہیں۔ پھر آپ وہ فکر دوسروں تک پہنچا دیتے ہیں۔ یہ آپ کی ذاتی حیثیت ہے۔ جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہو سکتا یعنی آپ پیغام قبول کرنے میں کسی کو شامل نہیں کر سکتے اور نہ کسی کو رسول بنا سکتے ہیں۔ آپ کو جو پیامِ الٰہی پہنچا وہ حرف بحرف کتابی شکل میں دُنیا کے سامنے موجود ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اس کے باہر کوئی وحی نہیں ہے۔ اب ہر قوم اپنا پروگرام اس آئینِ مکتوبی سے لے گی۔ آگے جا کر وہ سب قومیں قرآن کی پوری تشریح میں مل جائیں گی۔

(۲) آپ معلّم شفیق ہیں | آپ کی دوسری حیثیت فکر سکھانے والے کی ہے۔ جس کا ذکر اس آیت میں ہے :- یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (الجمعہ: ۲) (یعنی انہیں قانونِ الٰہی اور اس کی حکمت سکھاتا ہے) آپؐ خود فرماتے ہیں کہ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا (میں تو اُستاد بنا کر بھیجا گیا ہوں) مُعَلِّم کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ ایک چیز جانتا ہے جو وہ دوسروں کو اپنے برابر سمجھا دیتا ہے۔ اس علم کو پہلے سیکھنے اور بعد میں سیکھنے کا جو طبعی فرق ہے وہ تو ہمیشہ قائم رہے گا۔ لیکن علم سے جو روشنی پیدا ہوتی ہے۔ اور اس سے کام کی جو ہمّت پیدا ہوتی ہے۔ اس میں اِن دونوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ جب تک اُستاد کی تعلیم میں یہ طاقت نہ ہو اسے

صحیح معنوں میں مُعَلِّم نہیں کہا جاتا۔

ہم نے یہ مضمون خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے لیا ہے۔ ان کے پاس دربار دہلی کا ایک امیر آگیا۔ شاہی کارندوں نے اسے طلب کیا۔ تو وہ نہ گیا۔ بادشاہ نے کہلا بھیجا کہ کیا آپ اسے بھی اپنے جیسا (یعنی تارک الدنیا) بنا دیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں اپنے سے بہتر بنانا چاہتا ہوں۔

یہ آپؐ کی شانِ معلمی ہی تھی جس کی وجہ سے آپ کی محبت آپ کے صحابہ کے دلوں میں اپنے ماں باپ سے بھی زیادہ تھی۔ یہ بات کسی حاکم کو حاصل نہیں ہوسکتی۔

الغرض اَلْمُزَّمِّل کے معنی ہیں قرآنِ حکیم سمجھا کر ترمیل یعنی رفقاء تیار کرنے والا۔

الحاشر کی تشریح فلسفہ ولی اللّٰہی کے مطابق	(ج) حجۃ الاسلام امام الائمہ امام ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفے میں یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ انسانی حیات

وحدانی چیز ہے۔ یہ جو دنیاوی زندگی شروع ہوتی ہے۔ یہی ترقی کرتے کرتے اُخروی زندگی بن جائے گی۔ اور اُس زندگی میں انسان کے پہلے اعمال ہی ایک خاص شکل اختیار کر کے اُس کے لئے جنّت کی نعمتیں یا دوزخ کے عذاب کی صورتیں پیدا کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت امام الائمہ فرماتے ہیں کہ :-

حشر میں ہمارے اعمال ہی متشکل ہو کر پیش ہوں گے	فالتشبحات الحشریۃ فی حقہ اتم واوفر ولذلک اخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اکثر عذاب

امتہ فی قبورھم وھنالک امور متمثلۃ تتساوی النفوس فی مشاھدتھا کالھدایۃ المبسوطۃ ببعثتہ صلی اللہ علیہ وسلم تتشبح حوضا و

تتشبح اعمالها المحصاة علیها و زنا الی غیر ذلك وتتشبح النعمۃ بمطعم هنیٔ مشرب مریٔ ومنکح شہی وملبس رضی و مسکن بہی (حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص۳۷)

(یعنی حشر میں انسان کے اعمال اور اخلاق جو شکلیں اختیار کریں گے۔ وُہ اس شخص کے حق میں پوری پوری طرح ظاہر ہوں گی۔ اس لئے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امّت کے عذاب کا اکثر حصّہ قبروں میں پورا ہو جائے گا [یعنی میری امت چونکہ کمزور ہے اس لئے حشر کی تصویریں زیادہ نہیں بنیں گی۔ لوگ تھوڑی ہی سی بات سے جلدی سمجھ جائیں گے]

حشر میں بعض کاموں کی شکلیں ظاہر ہونگی جن کو تمام روحیں یکساں طور پر سمجھ سکیں گی۔ مثلاً حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے نبی ہونے کے بعد جو فیض وہدایت آپ کے ذریعے سے پھیلی وہ ایک حوض کی شکل میں ظاہر ہوگی [یعنی لوگوں نے دُنیا میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو فیض حاصل کیا اور اُسے آگے بڑھانے میں جو جدوجہد کی وہ ایک حوض کی شکل میں ظاہر ہوگی۔ جس میں پانی ہوگا۔ یہی حوض کوثر ہے جو حقیقت میں قرآن حکیم سے استفادے کا مظہر ہے] اور ان کے جتنے اعمال محفوظ ہیں وہ سب ترازو میں تلیں گے۔ اور اچھے کھانوں خوبصورت عورتوں عمدہ لباسوں اور اچھے گھروں کی شکل میں ظاہر ہوں گے)۔

ایک اور جگہ عالمِ مثال کی کیفیت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ :-

ہمارے اعمال و اخلاق ہی ہماری جنّت دوزخ پیدا کرینگے

وسرّ هذه الواقعة تمثّل الاعمال والاخلاق السيّئة والحسنة فى المثال وتنعّم النفس وتوجّعها بالحقائق المثاليه (البدور البازغه صفحہ ١٥٤) یعنی اس میں راز یہ ہے کہ اچھے اور برے اعمال اور اچھے اور برے اخلاق عالمِ مثال میں پہنچ کر مثالی صورتیں اختیار کر لیتے ہیں

ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ :-

واقعات حشر کی مزید تشریح

وچوں ازیں موطن درگزرد عالمے دیگر پیش آید او را در لسانِ شرع یوم المحشر گویند۔ حقیقت آں موطن آنست کہ دریں نفوس ارضیہ بسیارے از احکامِ فردیہ کہ از اختلاطِ عناصر و زجہتِ مادہ ظلمانیہ پیدا شدہ برہم خورد و ایں نفس بمنزلہ جسم شفاف محاکاتِ صورتِ نوعیہ نماید و احکامِ صورتِ نوعیہ بطریقِ ظہور و غلبہ پدیدار شود چنانکہ در محسوسات صورتِ نوعیہ در افراد انسان تقاضائے کند کہ یدین و رجلین و عینین و اذنین پیدا شوند لیکن گاہے عائقے از عوائق استعداد مادّہ ازاں منع کند چنیں ناقص الخلقت اکمہ و اقطع و اسک پیدا شود اینہمہ از قبیل مادہ است نہ از قبیل صورت نوعیہ، ہم چناں در امور معقولہ صورت نوعیہ را مقتضیات است از عقل سلیم کہ بلوث اوہام ملوث شدہ و استعداد قبول علوم حقّہ از مبدأ فیاض بر وجہ آں داشتہ و از خیال صحیح کہ شیٔ را بصورت مناسبہ او کہ بر طبق شکل عالم مثال است

منتج سازد پس احکام فردیت فرو نشینند و احکام نوعیہ غالب آیند ہمہ مقتضیاتِ نوع در عقل و خیال بر روئے کار آید و صورت فردیت قبول ظہور احکام نوع کند و باتم وجوہ محاکاتِ آں نماید چنانکہ در افرادِ نوع ممکن نشود کہ بہتر از آں احکام نوع ظاہر شوند۔ لقد کشفنا عنك غطاءك فبصرك الیوم حدید

پس دریں موطن وقائع چند ظہور کنند از میزان[۱] و حساب[۲] و تجلی الٰہی[۳] و حوض[۴] و تطایرِ[۵] صحف اعمال بطرف یمین و شمال و شہادت[۶] ابدی دارحل و صراط[۷] و ابیضاضِ[۸] وجوہ و اسودادِ آں و شفاعت[۹] رسل۔

میزان کیا ہے؟ | پس میزان[۱] عبارت است از ظہورِ صورتِ مقدارِ اعمالِ حسنہ و سیئہ و معرفتِ تاثیرِ ہر یکے از قبیلتین بشکلیکہ عالمِ مثال تقاضا کند از کفتین و مانند آں در میان عالم مثال و عالم شہادۃ بآں معنی کہ اجسام خارجیہ شکل پذیر قوای مثالیہ گردد - - - - - - - - - - - - -

حوضِ کوثر کیا ہے؟ | و حوض[۴] صورتِ ہدایت و رشد ہے است کہ از تجلی اعظم بہ نفسِ نفیس حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم ریختہ است و از آنجا از راہِ قوای پیغامبر در عالم شہادت جاری شدہ و اوانی حوض صورت قدر ہدایتے کہ افرادِ مسلمین قبول آں کردہ اند۔

تسنیم کیا ہے؟ | عطیہ مقربین آبِ چشمہ تسنیم باشد کہ تمثال لذات عقلیہ است کہ از ادراک مجردات حاصل آید (تفہیمات الٰہیہ جلد اول ص ۲۵۳-۲۵۵ ملخصاً)

(یعنی اس منزل سے گزر جائے تو وہ ایک اور عالم میں داخل ہوتا ہے جسے شرع کی زبان میں حشر کا دن کہتے ہیں۔ اور اس مقام کی حقیقت یہ ہے کہ ان نفوس ارضیہ کی بہت سی انفرادی باتیں جو عنصروں کے باہمی ملاپ اور کثیف مادے سے پیدا ہوئی تھیں۔ جاتی رہتی ہیں اور اب ہر ایک نفس شفاف جسم کی طرح نوعی امور کا عکس پیش کرتا ہے۔ اور اس پر نوعی تقاضے ظاہر ہو کر غلبہ حاصل کر لیتے ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ مادی دُنیا میں انسان کی صورت نوعیہ تقاضا کرتی ہے کہ ایک فرد کے دو دو ہاتھ پاؤں آنکھیں اور کان ہوں لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ مادے میں دو دو اعضا پیدا کرنے کی استعداد نہیں ہوتی۔ اس وقت جو بچہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ لنجا لنگڑا یا کانڑا یا بوچہ ہوتا ہے۔ اس ناقص الخلقت بچے کی پیدائش میں قصور مادے کا ہے نہ کہ صورت نوعیہ کا۔

ایسے ہی غیر مادی زندگی کے امور میں صورت نوعیہ کے تقاضے ہوتے ہیں۔ مثلاً وہ تقاضا کرتی ہے۔ کہ انسان کے اندر ایسی عقل سلیم ہو کہ وہ اوہام کی غلاظت سے ناپاک نہ ہوئی ہو۔ اور اس پاکیزگی کے سبب سے وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے صحیح علوم لے سکے اور وہ یہ بھی تقاضا کرتی ہے کہ انسان کی قوّت متخیّلہ صحیح ہو۔ تاکہ وہ چیزوں کو عالم مثال کی کیفیّت کے مطابق شکل دے سکے۔

الغرض اس موطن میں جا کر انفرادیت کے احکام چھوٹ جاتے ہیں

اور نوعی تقاضے غالب آجاتے ہیں۔ اور عقل اور خیال کی قوتوں کے لحاظ سے نوعی تقاضے ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اور فرد انسانی نوعی تقاضوں کو ایسی پوری طرح ظاہر کرتا ہے کہ اس سے زیادہ اس سے ممکن نہیں ہوتا۔ یہ وہ کیفیت ہے جس کے متعلق قرآن حکیم کہتا ہے کہ لقد کشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید (بیشک ہم نے تیرے پردے اتار دیئے ہیں اس لئے آج تیری نگاہ تیز ہے)

چنانچہ اس موطن میں نفس انسانی کو بعض واقعات پیش آتے ہیں۔ مثلاً میزان۔ حساب۔ تجلی الٰہی، حوض کوثر۔ اعمال ناموں کا اُڑ کر دائیں یا بائیں ہاتھ میں آجانا۔ ہاتھ پاؤں کا انسان کے اعمال کی شہادت دینا۔ پل صراط پر سے گزرنا۔ چہروں کا سفید یا سیاہ ہو جانا۔ اور رسولوں کا شفاعت کرنا۔

ان میں سے میزان سے مراد یہ ہے کہ عالم مثال میں انسان کے اچھے بُرے اعمال ایک خاص "مقدار" اختیار کر کے ظاہر ہونگے۔ اور ان کی خاص قسم کی تاثیر ظاہر ہو گی۔ اور یہ مقدار اور تاثیر عالم مثال کے "مادے" کے مناسب حال ہو گی۔ مثلاً ترازو وغیرہ جو عالم مثال اور عالم مادی کے بین بین ایک قسم کے مادے سے ظاہر ہو گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کہ مادی اجسام مثالی قوتوں کی شکل میں ظاہر ہوں گے - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - -

اور حوض سے مراد یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک پر تجلی اعظم سے جو ہدایت نازل ہوئی اور آپ کے قویٰ کے ذریعے

سے دنیا میں پھیلی وہ وہاں حوض کوثر کی مثالی شکل میں ظاہر ہوگی۔ اور اس حوض میں جو پانی پینے کے برتن ہونگے وہ تمام مسلمانوں کی قبول کردہ ہدایت ہوگی جو برتنوں کی شکل میں ظاہر ہوگی۔ - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - -

اس عالم میں خدا کے خاص مقرب بندوں کو چشمۂ تسنیم سے پانی پلایا جائے گا۔ یہ پانی کیا ہوگا؟ یہ مجردات ادراک سے حاصل شدہ عقلی لذات ہوں گی۔ جو پانی کی شکل میں انہیں پلائی جائیں گی۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ:۔

حوض کوثر اور دیگر انبیاء کے حوض

والحوض هدايتهٗ صلى الله عليه وسلّم تجسّدت هناك ماءً بمشابهةٍ قويةٍ بين العلم والماء وارى ان لكل نبيٍ حوضاً غيران حوض النبي صلى الله عليه وسلم ام الحياض (الخير الكثير ص۱۱۷)

یعنی حوض کوثر اصل میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پھیلی ہوئی ہدایت ہے۔ جو عالم مثال میں جاکر پانی کی شکل اختیار کریگی کیونکہ علم کو پانی سے خاص مشابہت ہے۔ میری رائے میں ہر ایک نبی کا جدا جدا حوض ہوگا۔ البتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض سب سے بڑا ہوگا)

بیانات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ جو لوگ اس دنیا میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر یا آپ کی تعلیمات اور نمونے کے

مطابق انقلاب برپا کریں گے۔ وہ مرنے کے بعد کی زندگی میں آپؐ کی امامت میں جمع ہو جائیں گے۔ ایسے ہی جو لوگ دوسرے انبیاء کرام کی بیعت میں کام کر چکے ہیں وہ اپنے اپنے نبی کی معیت حاصل کریں گے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔ کہ:۔

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (نساء: ۶۹) (یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین پر۔ یہ بہت اچھے رفیق ہیں)

اب انقلاب عمومی حضرت محمدؐ رسول اللہ ہی کے اتباع سے آسکتا ہے

حنیفی اولوالعزم انبیاء علیہم السلام مثلاً حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسےٰؑ کوشش کرتے رہے کہ تمام دنیا میں تورات کو پھیلا کر امامت کبریٰ (بین الاقوامی قیادت) حاصل کریں لیکن یہ مقامِ محمود حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی حاصل کر سکے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب انقلاب عمومی اپنے مختلف ادوار میں آپ کے اتباع سے باہر نہیں جا سکتا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جو انقلاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا خاصّہ ہے وہ ایک دن میں ساری دُنیا میں نہیں پھیل سکتا۔ اس انقلاب کا پہلا حصّہ وہ تھا جو خلافت راشدہ سے شروع ہو کر عباسی حکومت کے خاتمے تک کامیاب رہا۔ جب قریش میں اس انقلاب کو آگے بڑھانے کی طاقت نہ رہی تو اس انقلاب نے آگے بڑھنے کے لئے ایک اور

قوم ــــــ ایرانیوں ــــــ کو ذریعہ بنایا۔ لیکن قریش کے تنزل اور ایرانیوں کے عروج کا درمیانی وقفہ انقلاب کی "رات" تھی۔ اس میں نئی قوم تیار ہوئی۔ اس کے بعد ترکمانی قوموں نے اس انقلاب کو آگے بڑھایا اور پھر ہندوستانی قوم نے اسے اپنایا۔ اس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہوکر یہ انقلاب ساری دنیا میں کامیاب رہا۔ ان ٹکڑوں کو علیحدہ علیحدہ خیال کرنا غلطی ہے یہ سب ایک سلسلے کی کڑیاں ہیں جب تک انسانیت روئے زمین پر قائم ہے یہ انقلاب کسی نہ کسی شکل میں آگے بڑھتا رہے گا۔ اور آخر میں ایک ایسا زمانہ آسکتا ہے۔ کہ تمام اقوام جو اس انقلاب سے مانوس ہو چکی ہوں۔ ایک سطح پر آکر اس کے ماتحت مل جائیں۔ اس وقت یہ انقلاب عمومی مکمل ہوگا۔

پس المزّمّل سے مراد وہ صاحب امامت کبریٰ ہے جس کے ماتحت تمام اقوام عالم جمع ہوں گی۔ یہ گویا الحاشر ہی کا دنیاوی مظہر ہے۔

المزّمّل کے دوسرے معنی امام ائمۃ انقلاب	(۲) اِزَّمَلَ یا اِزْدَمَلَ کے دوسرے معنی ہیں حَمَلَ بمرۃ واحدۃ (المنجد) (یعنی اونٹ کی طرح بوجھ اٹھا کر ایک ہی

ہچکے سے اٹھ کھڑا ہوا)

ازدملہ: احتملہ ومنہ قولہ تعالیٰ یا ایھا المزمل یعنی بوجھ اٹھالیا (صراح)

رازی نے عکرمہ کا قول نقل کیا ہے۔ کہ مُزّمّل کے معنی ہیں وہ شخص جس پر بھاری کام ڈال دیا گیا ہو۔ کیونکہ زمل کے معنی ہیں حمل عہ

عہ قال عکرمہ یا ایھا الذی زمّل امرًا عظیمًا ای حملہ، والزمل الحملُ وازدملہ احتملہ
(تفسیر کبیر للرازی جلد ہشتم صـ ۲۳۵ سـ ۳)

یہ بار کیا ہے؟ قومی اور بین الاقوامی انقلاب

یہ بار جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُٹھایا قومی اور بین الاقوامی انقلاب کا بار تھا۔ اور تعجب یہ ہے کہ آپ نے پہلے اپنی قوم کو ترقی دے کر بین الاقوامی درجے کے کام کرنے والے کارکن تیار کرنے کا انتظار نہیں کیا۔ گو اگر آپ ایسا کرتے تو بھی کسی عقلمند کو اس پر اعتراض نہ ہوتا لیکن آپ نے بین الاقوامی انقلاب کو مؤخر نہیں کیا۔ بلکہ دونوں کام ایک ہی وقت شروع کر لیے۔ یہ نہایت مشکل کام تھا۔ لیکن آپ نے جوانمردی، ہمت، محنت اور مشقت سے کام لیا اور پورے کے پورے بوجھ کو سنبھال کر اُٹھ کھڑے ہو گئے۔ اور اللہ کے فضل سے بہت جلد منزل مقصود پر پہنچ گئے چنانچہ آپ نے قریش کی ذہنیت ایسی تیار کی کہ وہ جہاں انصار مدینہ کے ساتھ مل کر کام کر سکے وہاں بلالِ حبشیؓ، صہیب رومیؓ اور سلمان فارسیؓ وغیرہ غیر عربوں کے ساتھ اور ان کے ماتحت بھی کام کر سکے۔

جو شخص سیاسی اجتماعیت میں اس قسم کا بارِ گراں اُٹھاتا ہے وہ امام انقلاب کہلاتا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم المزمل یعنی آخری درجے کے امام ائمۃ الانقلاب ہیں۔ مولانا محمد قاسمؒ اس آخری درجے کا نام خاتم النبیین رکھتے ہیں۔ اس سے اُوپر کوئی درجہ ہی نہیں ہے۔

(۲) قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا (۳) نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا (۴) اَوْ زِدْ عَلَيْهِ

[رات میں سے کچھ وقت کم کر کے کھڑے رہا کرو۔ آدھی رات، یا اس سے بھی کم یا اس پر کچھ بڑھا لو]

مثلاً بارہ گھنٹے کی رات ہو تو چھ گھنٹے یا چار گھنٹے یا آٹھ گھنٹے تک رات کو کھڑے ہو کر نماز میں قرآن کی تلاوت کیا کر۔

انقلابِ عمومی کے لئے ضروری ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کو تعلیم دے کر امامانِ انقلاب تیار کریں۔ جو آپ کے خلیفہ ہو سکیں اور ان کے علاوہ انقلابی کارکن تیار کریں جو اسے آگے بڑھائیں۔

امامانِ انقلاب کی تیاری کے لئے خاص تعلیم کی ضرورت ہے جس کے لئے وقت بھی خاص چاہئے۔ اور عوام کی تعلیم کے لئے جداگانہ وقت درکار ہے۔ اس تقسیم اوقات کی اس لئے ضرورت پڑی کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعثت خصوصی (قومی) اور بعثت عمومی (بین الاقوامی) کے دونوں کام ایک ہی وقت میں کرنا چاہتے ہیں۔

جملۂ معترضہ

تہجد کی نماز عوام کے لئے نہیں ہے | اس آیت میں تہجد کی نماز کی طرف اشارہ ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری عمر پڑھتے رہے۔ یہ عام مسلمانوں پر فرض نہیں، حنفی نماز عشاء کے ساتھ جو تین وتر پڑھتے ہیں وہ اسی نماز تہجد کے قائم مقام سمجھے جاتے ہیں۔ ان کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ صحابہ میں فقہ حنفی کے امام حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے اپنے کسی شاگرد سے فرمایا کہ یا اھل القرآن اوتروا (اے قرآن کی تعلیمات کے حاملو! وتر پڑھا کرو) ایک بدوی نے بھی یہ بات سن لی اور پوچھا کیا فرمایا آپ نے ؟ حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ لیس لک (تیرے

اور تجھ جیسوں کے لئے نہیں) اس سے معلوم ہوا کہ وتر مسلمانوں کی خاص جماعت کے لئے ہیں، عوام کے لئے نہیں۔

یہ آیت منسوخ نہیں | حقیقت یہ ہے کہ جو شخص قرآن حکیم سکھاتے اس کے لئے تہجد ضروری ہے اور یہ اس کے لئے درجہ اختصاص (Special Qualification) رکھتی ہے۔ اس لئے یہ آیت منسوخ نہیں کہی جا سکتی۔ جب کبھی وہی حالت پیدا ہو جائے جس میں یہ آیت نازل ہوئی تھی تو یہ آیت پھر زیر عمل آجائے گی۔

(ب) وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا [اور آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر، سمجھا سمجھا کر قرآن پڑھا کر]

ترتیل کے معنی | شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ: وترتیل کن بواضح خواندن (فتح الرحمن) یعنی ایسے پڑھ کہ سننے والے اسے خوب سمجھ سکیں۔

(۲) رَتَّلَ: آرمیدہ و پیدا خواندن (صراح) آرام سے ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف پڑھنا۔

(۳) التَّرْتِيْلَ: ارسالُ کلمةٍ من الفمِ بسهولةٍ واستقامةٍ (راغب) (یعنی منہ سے آہستہ آہستہ پختگی کے ساتھ الفاظ نکالنا)

(۴) وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ای اقرأه علی تمهلٍ فانه یکون عونًا علی فهم القرآن وتدبره وکذالک کان یقرأ صلوٰت اللہ وسلامہ علیه (ابن کثیر، جلد چہارم صفحہ ۴۳۴) (یعنی ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کیونکہ اس طرح قرآن حکیم کے سمجھنے اور اس پر تدبر کرنے میں مدد ملتی ہے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم ایسے ہی پڑھا کرتے تھے)

(۵) قالت عائشةُ رضی اللّٰہ عنہا کان یقرأُ السورۃ فیرتلھا حتی تکون اطول من اطولِ منھا (ابن کثیر ایضاً)

(ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حکیم کی صورتوں کو ایسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتے تھے کہ طویل سے طویل سورۃ کے پڑھنے سے بھی زیادہ دیر لگ جایا کرتی تھی)

(۶) حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ :-

اگر انصاف دہی فائدہ اصلی از نزول قرآن العظیم است بمواعظ آں و اہتدا است بہ ہدایت آں، نہ صرف تلفظ باں اگرچہ تلفظ ہم مغتنم است، پس چہ مسلمانی بدست آوردہ است کسے کہ مدلول قرآن نفہمد و کدام حلاوت دارد آنکہ مدلول کلام اللہ را نداند؟ (دیباچہ قلمی، فتح الرحمٰن)

(یعنی انصاف سے کام لو تو معلوم ہوگا۔ کہ قرآن حکیم نازل ہونے کا اصلی فائدہ تو اس وقت ہے کہ انسان اس کی نصیحتوں سے عبرت حاصل کرے۔ اور اس کی ہدایت کی باتوں سے سیدھی راہ چلنا سیکھے۔ نہ کہ صرف یہ کہ اس کے الفاظ زبان سے ادا کرتا رہے (گو تلفظ بھی غنیمت سہی) تو جو شخص قرآن حکیم کے معنی سمجھے بغیر اس کی تلاوت کرتا ہے وہ بھلا اسلام کس طرح سیکھ سکتا ہے؟ اور جو شخص اس کلام الٰہی کا مطلب نہیں سمجھتا وہ اس کے بے سمجھے پڑھنے سے بھلا کیا مزہ حاصل کر سکتا ہے؟

(۷) حضرت شیخ نظام الحق والدّین، نظام الدین دہلوی؁ فرماتے ہیں کہ:-
وقتِ خواندن قرآن باید کہ دل خوانندہ را تعلق بحق باشد و اگر آں میسر نشود باید کہ در حالتِ قرآن خواندن جلال و عظمت حق بر دل بگذراند یکے از حاضراں سوال کرد ایں معنی ہماں تعلق بحق است کہ در مرتبہ اولیٰ فرمودہ اند گفت کہ خیر آں بذات حق بود ایں بصفاتِ حق است و اگر آں ہم میسر نشود باید کہ آنچہ مے خواند معانی آں بر دل گزراند (فوائد الفواد ص۱۸)
یعنی قرآن حکیم پڑھتے وقت چاہیئے کہ پڑھنے والے کا دل حق سبحانہٗ تعالےٰ سے تعلق پیدا کرے اور اگر یہ حالت حاصل نہ ہوسکے تو چاہیئے کہ قرآن حکیم پڑھتے وقت حضرت حق سبحانہٗ تعالےٰ کا جلال اور عظمت اپنے دل میں بٹھائے۔
حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! یہ دوسری بات وہی نہیں ہے جو پہلے فرمائی ہے؟
حضرت نے جواب دیا کہ نہیں پہلے ذات حق سبحانہٗ تعالےٰ کا ذکر تھا اب صفات حق سبحانہٗ تعالےٰ کا بیان ہے۔
پھر فرمایا کہ اگر یہ دوسری حالت بھی میسر نہ ہو تو پڑھنے والے کو چاہیئے کہ جو کچھ پڑھے اس کا مطلب اپنے دل میں بٹھائے۔

(۸) خود قرآن حکیم فرماتا ہے کہ:-
(۱) اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ (سورہ یوسف: ۲)
یعنی ہم نے (تم عربوں کی خاطر) قرآن عربی زبان میں اُتارا ہے تاکہ تم اسے

پڑھو۔ اور اس سے عقل سیکھو۔

ظاہر ہے کہ سمجھے بغیر عقل کس طرح سیکھی جا سکتی ہے؟

(ب) پھر ایک جگہ ارشاد ہے کہ

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ

(النسآء: ۴۳)

(یعنی مدہوشی کی حالت میں نماز مت پڑھو بلکہ اس وقت پڑھو جب تم اپنے منہ سے نکلنے والے الفاظ کا مفہوم سمجھنے کے قابل ہو جاؤ)

بے سمجھے پڑھنے سے روح انقلاب فنا ہو جاتی ہے

سمجھ کر پڑھنے کی اتنی تاکیدوں کے باوجود مسلمان صرف بے سمجھے پڑھنے کو کافی سمجھنے لگ گیا ہے معلوم نہیں کس زمانے میں مسلمانوں میں یہ خیال پیدا کر دیا گیا کہ قرآن کا مطلب سمجھے بغیر صرف شین قاف درست کر کے پڑھنے کا نام ترتیل ہے اور صرف یہی کافی ہے۔ چنانچہ آج کروڑوں مسلمان اس پر جمے بیٹھے ہیں۔ خصوصاً لڑکیوں کی تعلیم تو اسی پر ختم ہو جاتی ہے کہ انہیں ناظرہ پڑھا دیا جائے۔ باوجودیکہ ہر ایک مسلمان کو قرآن حکیم سے اتنی محبت ہے کہ وہ اس پر اپنی جان تک دینے کو تیار ہے۔ مگر ہمارے غفلت مآب اُستادوں نے ہماری ذہنیت کو تباہ کر دیا ہے۔ آج کلام الٰہی کو بے سمجھے پڑھنے کا مادہ جتنا مسلمانوں میں ہے کسی میں نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ اس استعداد والی قوم یوں برباد ہو رہی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس میں سے انقلابی روح فنا ہو رہی ہے۔

انقلاب کے لئے رفقاء کو سمجھانا ضروری ہے

حقیقت یہ ہے کہ کوئی انقلابی تحریک

اس وقت تک کامیاب ہو ہی نہیں سکتی جب تک اس کے ارکان اس تحریک کے اصولوں سے بخوبی واقف ہو کر انہیں اپنا نہ لیں۔ اور پھر اپنا سب کچھ ان پر قربان نہ کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس آیت میں قرآن حکیم کو سمجھ کر پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۵) اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا [ہم تجھ پر ایک وزنی بات ڈالنے والے ہیں]

قولِ ثقیل کے معنی | قرآن حکیم کی تعلیم دے کر انقلاب کے لئے تیار کرنا قولِ ثقیل ——— وزنی بات ——— ہے۔

انقلاب کسریٰ و قیصر کے خلاف | جس زمانے میں قرآن حکیم نازل ہوا قیصر روم اور کسریٰ ایران متمدن دنیا کے بیشتر حصوں پر قابض تھے۔ دنیا کی تاریخیں ان دونوں سلطنتوں کی عیاشیوں اور ظلموں سے بھری پڑی ہیں۔ یہ سلاطین اور ان کے امرا خود تو دادِ عیش دیتے تھے مگر انہوں نے اپنے ماتحت عوام میں فسادِ عظیم برپا کر رکھا تھا۔ ٹیکسوں کی وہ بھرمار تھی کہ عوام میں سے کوئی شخص کھانے پینے اور ٹیکس ادا کرنے کے واسطے کمانے کے سوا اور کسی بات پر غور کرنے کے لئے ایک گھنٹہ بھی نہیں نکال سکتا تھا۔ قرآن حکیم ان دونوں بڑی شہنشاہیتوں (Imperial Powers) کے خلاف انقلاب برپا کرنا چاہتا تھا۔ یہ آسان چیز نہ تھی۔

عرب کی حالت | اس مسئلے کا یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ علم اور صنعت و حرفت ان دونوں طاقتوں میں محصور ہو کر رہ گئے تھے۔ اس لئے خود ان طاقتوں کے واسطے

سے یہ انقلاب کس طرح لایا جا سکتا تھا؟ عرب کی علمی اور طبعی ترقی ایسی نہ تھی۔ کہ ان میں سے قیصر و کسریٰ کے مقابلے کے لئے لشکر تیار ہو سکتے۔ ادھر عرب کی تنظیمی قابلیّت اور صلاحیت صرف قریش میں تھی۔ اگر قریش حنیفی ملّت کو قائم کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں جو ان کے ذہنوں کے بہت نزدیک تھی۔ تو انقلاب آسان ہو جاتے۔ لیکن قریش کا بالائی اور دولتمند طبقہ طبعاً قیصر و کسریٰ کی طرف مائل تھا۔ اور انہی کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا۔ کیونکہ ان ملکوں کے ساتھ ان کے تجارتی تعلقات تھے۔ پس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا۔ کہ ایک ایسی مختصر جماعت تیار کریں جو قریش کے رجعت پسندوں پر غالب آجائے اور پھر عرب کے انقلابیوں کو ساتھ ملا کر قیصر و کسریٰ کے ملکوں میں انقلاب کی لہر دوڑائیں اور ان ملکوں کے انقلاب پسندوں کی مدد سے قیصریت اور کسرویت کا خاتمہ کر دیں۔ اور یہی قرآن کا اصلی مقصد تھا۔ لیکن قریش کو ارتجاعی (Reactionary) عناصر سے پاک کر کے عرب کے متفرق قبائل کو انقلاب پر جمع کرنا اور ان کے واسطے سے قیصر و کسریٰ کے ممالک میں انقلاب برپا کرنا آسان کام نہ تھا۔ یہ ہے وہ قول تفصیل جس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے اور جس کی تفصیل کسی اور جگہ اس آیت میں بیان کی گئی ہے کہ :-

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ
عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (الصف ۶۱ : ۹)

(یعنی خداوند تعالےٰ ہی وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور

دین دے کر بھیجا تاکہ اس دین کو دیگر تمام ادیان پر غالب رکھے۔ خواہ مشرک اسے ناپسند ہی کیوں نہ کریں)

(۶) اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِیْلاً۔

(رات کا اٹھنا یقیناً بہت روندتا ہے۔ اور بات سیدھی نکلتی ہے)

(مولانا محمود حسن شیخ الہند)

حضرت امام الائمہ شاہ ولی اللہ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں :-

ہر آئینہ قیام شب زیادہ تر است در موافقت زبان با دل و درست تر است در تلفظِ الفاظ (فتح الرحمان)

(یعنی رات کا قیام دل اور زبان میں موافقت پیدا کرنے کے لحاظ سے زیادہ موزوں ہے اور الفاظ منہ سے نکالنے کے لئے بہت بہتر ہے)

جماعت خاصہ کے لئے رات کا وقت کیوں؟

رات کا وقت جماعت خاصّہ (Special Class) کی تیاری کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ کیونکہ دن بھر کی مشقّت کے بعد محنت کش اور نفس کُش لوگ ہی خصوصیت سے جمع ہو سکتے ہیں۔ جو شخص رات کو قرآنِ حکیم سُننے آئے گا اسے اس کی طرف رغبت خاص ہوگی۔ اور اجتماع اور فکر سے روکنے والے امور پر غالب آنے پر قادر ہوگا تبھی آئے گا اور ظاہر ہے کہ جس شخص میں نفس کشی کی یہ نفسیاتی (Psychological) حالت پیدا ہو جائے گی وہ قرآنِ حکیم کا کام پوری ذمہ داری سے کرے گا۔

آدمی شب بیدار اور نیند پر قابو رکھتا ہو تو وہ رات کو جب بازاری لین دین

اور گھر کی ضرورتوں اور تشویشوں سے نسبتاً فارغ ہوتا ہے۔ تو اچھی طرح سوچ سکتا ہے۔ اور اچھی طرح سوچتا ہے تو اچھی طرح بات بھی کر سکتا ہے۔
رات کو قرآن حکیم کے پڑھنے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ شور و شغب کم ہونے کے باعث بات خوب سمجھی سمجھائی جا سکتی ہے۔
یہ تو ہوئی رات کی بات دن کا ذکر آگے آتا ہے۔
(۷) اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا (البتہ تیرے لئے دن میں لمبا شغل ہے)

عوام سے ربط — دن میں | انقلاب عمومی کے لئے صرف رات کی خاص جماعت کی تعلیم کافی نہیں ہے۔ بلکہ عوام تک پہنچ ہونی اشد ضروری ہے۔ عوام سے تعلق (contact) پیدا کرنے کے لئے دن ہی کا وقت ہو سکتا ہے۔ جب ان سے واسطہ پڑتا ہے۔

انقلاب کے بنیادی اُصول

انقلاب کے بُنیادی اُصول

(۸) (ل) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ (اور اپنے رب کا نام یاد کرو)

اسم سے مراد تجلّی الٰہی امام الائمہ امام ولی اللہ دہلویؒ کی حکمت میں اسمِ الٰہی سے مراد تجلّی الٰہی ہوتی ہے۔ اسمِ الٰہی کے یاد رکھنے سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنا فراموش شدہ تعلق یاد کرو۔ اِسے اِقتراب بھی کہتے ہیں۔

انسان کا تعلق تجلّی الٰہی سے کیوں ضروری ہے؟ قرآنی تحریک (The Quranic Movement) کو حقیقی معنوں میں جامع اور صحیح معنوں میں انقلابی بنانے کے لئے اور اسے نوعِ انسان کی مادی یعنی اقتصادی اور عقلی (یا بالفاظ دیگر بہیمی اور ملکی) ضرورتوں کے پورا کرنے والی بنانے کے لئے اس تحریک کا تعلق تجلّی الٰہی سے قائم کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ انسان اپنی ساخت کے اعتبار سے بہیمیت (حیوانیت) اور ملکیت (عقلیت) کا مجموعہ ہے اور ملکیت کا تعلق براہِ راست خداوند تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ جب یہ تجلّی الٰہی انسانی ذہن میں جم جائیگی تو ہر دم اس کی یاد رہے گی اور وہ زبانی ذکر بھی کرے گا۔ یہ زبانی ذکر حقیقت میں اس اندرونی یاد کا عنوان ہو گا۔

قرآن کا "نظامِ نو" قرآن حکیم جو "نظامِ نو" پیدا کرنا چاہتا ہے اس کا مقصد کیا ہے؟ وہ یہ بات انسانوں کے ذہن نشین کرنی چاہتا ہے کہ انسانوں پر حکومت صرف اللہ کی ہوسکتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ قیصریت اور

کسرویت یعنی شہنشاہت (Imperialism) چند امراء کی حکومت (Oligarchy
کو توڑ کر ان کی جگہ ایسی حکومت (State) پیدا کرنی چاہتا ہے جس کا مرکز اور محور
قرآن ہی کا قانون الٰہی ہو۔ اور اس کے سوا وہ کسی اور قانون کے اتباع کو برداشت
نہیں کرتا۔ کیونکہ شخصی، عائلی، قبائلی، شعوبی اور قومی قانون تک تو شاید عقلمند انسان
وضع کر سکیں لیکن بین الاقوامی قانون خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ کیونکہ وُہی
تمام اقوام کی ضرورتوں اور ذہنیتوں کو جانتا ہے۔ جن کا جاننا کسی ایک انسان
کے بس میں نہیں ہے۔ اور نہ کوئی جماعت یہ کام کر سکتی ہے پس اس قرآنی بین الاقوامی
قانون کا نوع انسان میں قیام ضروری ہے تاکہ نوع انسان اپنی طبعی رفتار پہ ترقی
کرتی رہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ تجلّیِ الٰہی سے تعلق قائم کرنا ہر ایک فردِ انسانی کے لئے
ذاتی اور طبعی ضرورت ہے۔ اور کوئی اجتماعِ انسانی جس میں اس ضرورت کو نظر انداز
کر دیا گیا ہو افراد کی ترقی کا کفیل نہیں ہو سکتا۔

(ب) وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاً ؕ (اور سب سے پوری طرح کٹ کر صرف اسی کی
طرف ہو جا)

کام کرنے کے دو اصول دُنیا میں کام کرنے کے دو اصول اب تک چلے آتے ہیں:۔

(۱) مادّی اسباب کے بھروسے پر کام کرنا۔

(۲) مادّی اسباب سے کام لینا لیکن ان کو نتائج اور کامیابی میں مؤثر بالذات نہ ماننا یعنی اُن کو صرف آلات کی حیثیت دینا۔

قرآن حکیم کی انقلابی تعلیم کی خصوصیت قرآن حکیم کی انقلابی تحریک میں کسی دوسری تحریک

کے مقابلے میں یہ خصوصیت ہے کہ یہ مادی اسباب سے کام لینا ضروری قرار دیتی ہے لیکن —— ان اسباب کو کامیابی کا کفیل نہیں سمجھتی۔

مادّے کا ترقی یافتہ حصّہ

حقیقت یہ ہے کہ کائنات محض مادّے اور اس کی خاصیات کے مجموعے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ایسی قوتیں بھی موجود ہیں۔ جو مادّے سے قدرے مختلف ہیں۔ چنانچہ امام ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کائنات میں ایسی چیزیں بھی ہیں جو غیر مادی معلوم ہوتی ہیں۔ مگر اس عالم مادی سے علیحدہ چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ یہ مادی قوتیں ہی ترقی کر کے مثالی اور رُوحانی بن گئی ہیں۔ یہ غیر مادی چیزیں ہی حقیقت میں ان مادی اشیاء کی بنیاد ہیں۔ حکمیات جدیدہ (Modern Science) کا رُخ بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ سر آمد حکماء یورپ سر جیمز جینز (James Jeans) کہتے ہیں کہ :-

"I incline to the idealistic theory that consciousness is fundamental and that material universe is derivative from consciousness not consciousness from material."

"یعنی میں اس تخیلی نظریئے کی طرف مائل ہوں۔ کہ شعورِ ذہنی بنیادی چیز ہے۔ اور مادی کائنات اس شعورِ ذہنی ہی سے پیدا ہوئی ہے۔ یہ نہیں کہ شعور مادّے سے پیدا ہوا ہو۔"

ایک جرمن حکیم ماکس پلانک (Max Planck) کہتا ہے کہ

"I regard consciousness as fundamental and regard matter derivative from consciousness."

"یعنی میں شعور ذہنی کو اصلی اور اساسی شے مانتا ہوں اور مادے کو اس سے نکلا ہوا سمجھتا ہوں۔"

عالمِ مثال | الغرض امام ولی اللہ اور ان کے اتباع غیر مادی مادے کو اس عالمِ مادی ـــــ عالمِ شہادی ـــــ کی اصل مانتے ہیں۔ اور اسے عالمِ مثال (Non-material world) کی اصطلاح سے ظاہر کرتے ہیں۔ اس لئے قرآنِ حکیم کی انقلابی تحریک کے کارکن مادے کی ہستی اور اس کے خواص و افعال کو تسلیم کرتے ہوئے انہیں ایک غیر مادی اصل سے خارج شدہ مان کر اس غیر مادی اصل الاصل ـــــ خداوند تعالے ـــــ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جو اس مادی اور غیر مادی عالم سے ماوراء ہے۔ اور جو ان دونوں کی اصل ہے۔ یہی مطلب ہے اس آیت کا کہ مادی اسباب کو اپنا کفیل اور کارساز نہ سمجھو بلکہ خدائے وحدہٗ لاشریک کو اس ساری مادی اور غیر مادی ـــــ شہادی اور مثالی اور روحانی ـــــ کائنات کا خالق اور مالک مان کر اس پہ اور صرف اس پر بھروسہ کر کے کام کرو۔

قرآنی اصول انقلاب کے عملی فائدے | اس کا عملی نتیجہ یہ نکلے گا کہ:۔

(۱) قرآنی انقلاب کے کارکن اپنے لئے مادی نفع جوئی نہ کریں گے۔ یعنی یہ انقلاب پیدا کر کے وہ اپنی ذات کے لئے کوئی مادی فوائد (Material gain) حاصل نہیں کریں گے۔ بلکہ ان سے بالاتر رہ کر صرف رفاہ عامہ کے لئے کام کریں گے۔

(۲) وہ ان مادی اسباب سے کام لیں گے جو انہیں حاصل ہوں لیکن ان پر بھروسہ نہ کرینگے یعنی اپنے آپ کو ان مادی اسباب کے ساتھ اس طرح وابستہ

نہ کریں گے کہ جب تک مکمل اسباب حاصل نہ ہوں وہ کوئی کام ہی نہ کریں۔ بلکہ خدا پر بھروسہ رکھ کر کام شروع کردیں گے اور یقین رکھیں گے۔ کہ جوں جوں ضرورت پڑتی جائے گی خداوند تعالےٰ ان کے لئے اسباب پیدا کرتا رہے گا۔

قرآن کے انقلابی نظریے کی ضرورت | انقلاب کے اس جدید نظریے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کا سبب یہ ہے کہ عالمِ اسباب کی تمام قوتیں جن کے بل بوتے پر انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے۔ ان انقلابیوں کو حاصل نہیں ہیں بلکہ وہ سب انکے مخالفین (قیصر و کسریٰ اور رؤسا مکہ اور رؤسا عرب) کے قبضے میں ہیں۔ اگر وہ اپنی کامیابی ان اسباب ظاہری سے وابستہ کرلیں تو وہ کبھی حرکت نہیں کرسکتے۔ اس لئے ان بے بس اور بے کس لوگوں کو سکھایا گیا کہ دُنیا میں کامیابی حاصل کرنے کے اسباب صرف مادیات ہی کی سرحد پر ختم نہیں ہو جاتے بلکہ حقیقی اور مؤثر اسباب مادی سرحدوں سے پرے واقع ہیں۔

اگر دُنیا میں کامیابی کا آخری انحصار محض اور صرف اسباب مادی پہ ہوتا تو جن قوموں کو یہ مادی اسباب کامل طور پر حاصل ہیں وہ کبھی نہ گرتیں اور محکوم اور غلام اقوام جو ان اسباب سے محروم ہوتی ہیں وہ کبھی ترقی نہ کرسکتیں۔ مگر چڑھی ہوئی قوموں کا گرنا اور گری ہوئی قوموں کا اُٹھنا ظاہر کرتا ہے کہ مادی اسباب کے علاوہ بعض غیر مادی اسباب بھی ہیں۔ جو قوموں کو گرانے اور اُٹھانے میں اثر انداز ہو رہے ہیں۔ قرآنِ حکیم بنی اسرائیل کی گری ہوئی قوم کے متعلق کہتا ہے کہ:۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ

مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ (القصص ۲۸: ۴-۵)

(یقیناً فرعون نے ملک میں بہت سرکشی کی اور اہل ملک میں نفاق ڈالکر تقسیم کردیا پھر وہ ان میں سے ہر ایک کو کمزور کرنے لگا۔ چنانچہ وہ ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا اور لڑکیوں کو جیتی رکھتا تھا۔ یقیناً وہ بڑے مفسدین میں سے تھا۔ اور ہم چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان کریں جن کو ملک میں ضعیف بنا دیا گیا تھا۔ اور ان کو لیڈر بنا دیں اور ملک کے وارث بنا دیں)

پس مادی اسباب سے کام لیتے ہوئے بھی خدا ہی پر بھروسہ کرنا ضروری ہے جو ان مادی اسباب کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور عوام سے کسی قسم کی مادی اُجرت طلب کرنے کے خیال سے قطع نظر کر کے محض خدا کی خاطر کام کرنا اس قرآنی تحریک کا طغرائے امتیاز ہے۔

اس تعلیم کے پیش نظر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفقاء کو سکھایا کہ اگر جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ ہی سے مانگو۔[۱] یعنی تمام اسباب کو مان کر اور استعمال کر کے بھی اُن سے بے تعلق رہو۔ اور کامیابی کا انحصار ان مادی ذرائع کے بجائے ان کی اصل پر رکھو۔ قرآن مادے کا انکار نہیں کرتا بلکہ نظر بلند کر کے اسماء حسنیٰ تک پہنچاتا ہے جو مادے کی اصل ہیں۔

---

[۱] عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لیسأل احدکم ربہ حاجتہ کلھا، حتی یسأل شسع نعلہ اذا انقطع (المشکوٰۃ المصابیح)
(ہر شخص اپنی ہر ایک حاجت اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کرے یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی سے مانگے)

گری ہوئی قوموں، بے بس جماعتوں اور اسباب سے محروم لوگوں کو اُٹھانے کے لئے اس بلند فکری سے بہتر اور کیا حوصلہ افزا تعلیم ہو سکتی ہے؟ ع

داروے ہے ضعیفوں کا لَاغَالِبَ اِلَّاھُوْ

اب بتایا جائے گا کہ اِس تحریک انقلاب کی کامیابی کے لئے بہترین خطہ کونسا ہے۔

(۹) (ل) رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ: [وہ مشرق اور مغرب کا پروردگار ہے]

انقلاب کی جولانگاہ عرب کے مشرق و مغرب میں

اِس انقلابی تحریک کا حلقۂ عمل حقیقت میں عرب نہیں ہے۔ وہ قریش کے خلاف عداوت اور قتال کی تحریک نہیں ہے۔ بلکہ یہ انقلاب حقیقت میں اس علاقے کے لئے ہے جو عرب کے مشرق اور مغرب میں واقع ہے یعنی دراصل کسریٰ ایران (مشرق) اور قیصر روم (مغرب) کو قرآن کے قانون کے ماتحت لاکر اس تحریک کو تمام دُنیا میں پھیلانا مقصود ہے کیونکہ قیصر و کسریٰ کے نظام انسانیت کے لئے برباد کن ہیں۔ ان نظاموں نے متمدن انسانیت کے ایک بہت بڑے حصے کو ایسی اقتصادی اور ذہنی غلامی میں مبتلا کر رکھا ہے کہ کسی انسان کو اپنی اصلی انسانی ضرورتوں پر غور کرنے کے وقت ہی نہیں ملتا مشرق اور مغرب کے ان علاقوں میں انقلاب برپا کر کے انسانیت کو آزاد کرنا ضروری ہے۔ اور عرب کو اس انقلاب کا ذریعہ بنایا جائے گا۔

یہ تحریک ایک خاص ذہنیت بھی چاہتی ہے۔ جو نہایت سرد علاقے میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ انقلابی تحریکیں اور مستقل اور پائدار تہذیبیں کرۂ زمین کے انتہائی شمالی اور انتہائی جنوبی علاقوں میں پیدا نہیں ہوتیں اور نہ وہاں ان

کے پنپنے کا ساماں ہے بلکہ اس قسم کی تحریکیں ہمیشہ اس منطقے میں پیدا ہوتی رہی ہیں اور پیدا ہوتی رہیں گی جو شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔ شمالی علاقے کے تمدّن غیر طبعی ہیں اس لئے دیرپا نہیں ہوتے۔

(ب) لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا: [اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اسی کو اپنا کارساز مان]

اس علاقے میں نہ کسریٰ کی حکومت رہنی چاہیے۔ نہ قیصر کی "خدائی" ان کی جگہ خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ، کا قانون جاری ہونا چاہیے۔ کیونکہ کائنات کا پروردگار یعنی ساری کائنات کو ایک خاص مجموعہ قوانین کے مطابق ترقی دینے والا وہی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جسے حضرت مسیح علیہ السلام ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں کہ:-

Thy Will be done on earth as in Heaven
(Math. 6: 10)

(خدا کی مشیت کرۂ زمین پر اسی جامعیت کے ساتھ پوری ہونی چاہیے جس کاملیت کے ساتھ زمین سے باہر کی ساری کائنات میں پوری ہو رہی ہے)

قرآن کا منشا: مصنوعی "خداؤں" کا خاتمہ

پس جس طرح خدا کا قانون تمام کائنات میں جاری ہے۔ اور کوئی اس میں شریک نہیں ہے۔ ایسے ہی اس کا قانون ــــــ قرآنِ حکیم ــــــ انسانی معاشرے میں جاری کیا جاتے اور تمام مصنوعی "خداؤں" کی "خدائی" ختم کر دی جاتے اور بندگی صرف خدا کی کی جاتے یعنی انسان اپنے آپ کو اپنے تمام اعمال و افعال اور خیالات میں خدا کے سامنے

جوابدہ سمجھے۔ اِس میں لوگوں کے دکھاوے یا حاکم کے فیصلے کو کوئی دخل نہیں ہے یہ فیصلہ خود ہر ایک انسان کو اپنے دل کے اندر کرنا ہوگا۔ جب تک انسان کو یہ یقین نہ ہو جائے کہ میرا یہ کام خدا کے سامنے پیش ہوگا تو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اس وقت تک وہ اس کام کو اچھا نہ سمجھے یہ ہے خدا کی بندگی اس طرح جوابدہ سمجھنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی ساری نوع کی یکساں خدمت کر سکے گا۔ کیونکہ وہ حقیقت میں اپنے آپ کو خداوند تعالٰے کی اس تجلّی کے حوالے کرے گا۔ جو انسانیت کے قلب پر پڑتی ہے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے تمام نوع انسان کی ہمدردی اور خدمت کرنی ہوگی۔ اِس سورت میں قرآن کے انقلاب کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ ایسا انقلاب برپا کیا جائے جو انسان کے نوعی تقاضے پورے کریگا نہ کہ کسی خاص خطے یا قوم کی ضرورتوں ہی کا کفیل ہو۔

جس موطن میں اعمال انسانی کے یہ فیصلے ہوتے ہیں اسے حَظِیْرَۃُ الْقُدْس کہتے ہیں۔ یہ اصطلاح یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اس مقدس مقام میں تمام انبیاء اور اعلیٰ طاقتیں جمع ہوتی ہیں۔ ہر ایک چیز کا فیصلہ کرنے والی طاقت وہاں صرف تجلّی الٰہی ہے۔ انسانیت کا نصب العین یہ ہے کہ اس مقدس مقام میں اپنے لئے جگہ حاصل کرے۔ یہ انبیا کی انقلابی تحریک ہی کے نتیجے کے طور پر انسان کو مل سکتی ہے

(۱۰) وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا :-

[جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اس پر صبر کر اور ان سے خوبصورتی کے ساتھ الگ ہو جا]

مخالفوں کی مخالفت پر صبر کرو	قریش جو پہلے قومی عربی انقلاب کا اور پھر بعد میں

عمومی بین الاقوامی انقلاب کا ذریعہ بنیں گے وہ امّی اور ان پڑھ ہیں۔ انہیں قرآنی انقلاب کا مقصد ذہن نشین نہیں ہوا۔ ان کو سمجھانے کے تمام طریقے ابھی استعمال کرنے ضروری ہیں۔ سب کو سمجھانے کا ایک ہی طریقہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہر شخص کو اس کی ذہنیت کے مطابق سمجھاؤ۔ ابھی ان سے لڑنے بھڑنے اور قتال کرنے کا وقت نہیں آیا۔ اور نہ تم اس کے لئے ابھی تیار ہو اس لئے ابھی مخالفت کرنے والوں کی باتوں پر صبر کرو۔ اور ایسی حالت پیدا نہ ہونے دو کہ وہ ہاتھا پائی پر اتر آئیں۔

تیاری سے پہلے اقدام مضر ہوتا ہے | اگر تیاری سے پہلے اقدام کر دیا جائے تو انقلاب ناکام رہتا ہے۔ چنانچہ ابتداء نبوت سے تین سال تک تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح رہے کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوئی۔ جس کو اپنے مطلب کا دیکھتے اس سے بات چیت کر لیتے۔ اور جو چند لوگ ہم فکر ہوتے وہ رات کو کسی جگہ جمع ہو جاتے اس طرح دعوت اور تیاری جاری رہی۔

اب بھی جس ملک میں قرآن حکیم کے اصولوں پر انقلاب پیدا کیا جائے گا۔ اسے پہلے اسی منزل میں سے گزرنا پڑیگا۔ یعنی ذہنی تیاری کی منزل میں سے جس میں لڑائی کی گنجائش نہیں ہے۔

یہ اس تیاری ہی کی برکت تھی کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قرآنی انقلاب کی تحریک متعدد ارتجاعوں (Reaction) میں سے گزرنے کے بعد اب تک زندہ ہے۔

سرمایہ پرستوں سے بازپرس

سرمایہ پرستوں سے باز پرس

(۱۱) وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا.

(مجھے اور ان جھٹلانے والے فارغ البال لوگوں کو چھوڑ دے اور انہیں
تھوڑی سی مہلت دے)

مکذّبین، کسریٰ وقیصر ہیں

'المکذّبین' (جھٹلانے والے) سے مراد بین الاقوامی حلقے میں کسریٰ وقیصر ہیں۔ اور قومی حلقے میں مجازاً قریش کے وہ سردار جو انکی راہ چلتے تھے اور جو ان ہی کی طرح انقلاب کو برداشت نہ کرتے تھے یہ لوگ اس انقلاب کے پروگرام (Revelutionary Programme) کو نہیں مانتے۔

سرمایہ پرستوں سے باز پرس ہوگی

'اولی النعمۃ' (فارغ البال) وہ لوگ ہیں جن کے پاس انسانی ضروریات مثلاً کھانے پینے وغیرہ کا سامان وافر موجود ہے جو ان کی ضرورتوں سے زیادہ ہے۔

اس قسم کے سرمایہ پرست مخالفین سے چند دنوں کے لئے اعراض کرو۔ اور لڑائی سے بچو۔ یہاں تک کہ تمہاری تیاری مکمل ہو جائے۔ اس کے بعد ان سے باز پرس کی جائے گی۔ اس زندگی میں وہ جماعت ان سے باز پرس کرے گی جو قرآنی اصولوں پر خدا کے حکم کے مطابق انقلاب برپا کرے گی۔ یہ دُنیا میں خدا کی خلیفہ یعنی قائم مقام ہے۔ دوسری زندگی میں خداوند تعالےٰ براہ راست ان سے باز پرس کرے گا۔

حضرت مسیح کا ارشاد سرمایہ پرستوں کے بارے میں

یہ باز پرس تمام مذاہب کا مسلّمہ اصول

ہے۔ چنانچہ متی کی انجیل باب ۲۵ آیات ۳۱ - ۴۶ میں ہے کہ :-

" جب ابن آدم اپنے جلال میں آئے گا اور سب فرشتے اس کے ساتھ آئینگے
تو اس وقت وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا۔ اور سب قومیں اس کے سامنے
جمع کی جائیں گی۔ اور وہ ایک کو دوسرے سے جدا کرے گا۔ جیسے چرواہا
بھیڑوں کو بکریوں سے جدا کرتا ہے۔ اور بھیڑوں کو اپنے دہنے اور بکریوں
کو بائیں کھڑا کرے گا۔ اس وقت بادشاہ اپنے دہنی طرف والوں سے کہے گا۔
کہ آؤ میرے باپ کے مبارک لوگو! جو بادشاہت بناء عالم کے وقت سے تمہارے
لئے بنا دی گئی ہے اسے میراث میں لو۔ کیونکہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا
کھلایا۔ میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا۔ میں پردیسی تھا تم نے مجھے اپنے
گھر میں اُتارا، ننگا تھا، تم نے مجھے کپڑا پہنایا۔ بیمار تھا، تم نے میری خبر لی۔
قید میں تھا، تم میرے پاس آئے۔ تب راستباز جواب میں اس سے کہینگے۔
اے خداوند! ہم نے کب تجھے بھوکا دیکھ کر کھانا کھلایا۔ یا پیاسا دیکھ کر پانی
پلایا؟ ہم نے کب تجھے پردیسی دیکھ کر گھر میں اُتارا یا ننگا دیکھ کر کپڑا پہنایا؟
ہم کب تجھے بیمار یا قید میں دیکھ کر تیرے پاس آئے؟ بادشاہ جواب میں
ان سے کہے گا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں چونکہ تم نے میرے اُن سب سے
چھوٹے بھائیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ یہ کیا۔ اس لئے میرے ساتھ کیا۔

پھر وہ بائیں طرف والوں سے کہے گا۔ اے ملعونو! میرے سامنے سے اس
ہمیشہ کی آگ میں چلے جاؤ۔ جو ابلیس اور اس کے فرشتوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔
کیونکہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ پیاسا تھا تم نے مجھے پانی نہ پلایا۔

پردیسی تھا تم نے مجھے گھر میں نہ اُتارا، ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا نہ پہنایا، بیمار اور قیدی تھا، تم نے میری خبر نہ لی۔ تب وہ جواب میں کہیں گے اے خداوند ہم نے کب تجھے بھوکا پیاسا، یا پردیسی یا ننگا یا بیمار یا قید میں دیکھ کر تیری خدمت نہ کی؟ اس وقت وہ ان سے کہے گا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں چونکہ تم نے ان سب سے چھوٹوں میں سے کسی ایک کے ساتھ یہ نہ کیا۔ اس لئے میرے ساتھ نہ کیا۔ اور یہ ہمیشہ کی سزا پائیں گے مگر راستباز ہمیشہ کی زندگی۔

حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا فرمان | انہی معنوں میں ایک روایت مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے:-

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم ان اللہ تعالیٰ یقول یوم القیامۃ : " یا ابن آدم! مرضتُ فلم تعُدنی " قال ُیا رب کیف اعودك وانت رب العالمین ؟ " قال :" اما علمت ان عبدی فلاناً مَرِضَ فلم تعدہُ ؟ اما علمت انّك لوعدتہ لوجدتنی عندہٗ ؟ " یا ابن آدم! استطعمتك فلم تطعمنی " قال: یارب کیف اُطعمك وانت رب العلمین ؟ " قال : " اما علمت انہ استطعمك عبدی فلان فلم تطعمہ، اما علمت انك لواطعمتہٗ لوجدت ذٰلك عندی ؟ " " یا ابن اٰدم! استسقیتُك فلم تسقِنی " قال:

"یارب! کیف اسقیك وانت رب العٰلمین؟
قال: "استسقاك عبدی فلان فلم تسقہ۔ اما
انك لو سقیتہ وجدت ذٰلك عندی؟"

(یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالے فرماتے گا۔ کہ اے ابن آدم! میں بیمار ہوگیا لیکن تو نے میری خبر تک نہ لی؟ انسان کہے گا اے میرے پروردگار! تُو تو ساری اقوام کا رب ہے۔ تیری خبرگیری میں کس طرح کرتا؟ اللہ تعالے فرماتے گا۔ کہ کیا تجھے خبر نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا لیکن تو نے اس کی عیادت نہ کی اگر تو اس کی عیادت کرتا تو تو مجھے اس کے پاس پاتا!

اے ابن آدم میں نے بھوک میں تجھ سے کھانا مانگا لیکن تو نے مجھے کھانے کو کچھ نہ دیا۔ انسان کہے گا یا اللہ تو ساری دُنیا کا پروردگار ہے تجھے کھانا کس طرح دیتا؟ اللہ تعالے فرماتے گا تجھے خبر نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے نہ دیا۔ اگر تو اسے کھانا دیتا تو تو اسے میرے پاس پاتا۔

اے ابن آدم! میں نے پیاسا ہو کر تجھ سے پانی مانگا لیکن تو نے مجھے پانی نہ دیا۔ انسان کہے گا کہ یا اللہ تو تمام اقوام عالم کا پروردگار ہے۔ تجھے پانی کس طرح دیتا؟ اللہ تعالے فرماتے گا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تو تو نے اسے دیا نہیں۔ تجھے خبر نہیں کہ اگر تو اسے پانی دے دیتا تو اسے میرے پاس پاتا۔"

الغرض قیامت کے دن قوموں کا فیصلہ اسی مسئلے پر ہوگا کہ اُنہوں نے مسکینوں اور بیکسوں کو کھانا اور کپڑا للّٰہ وغیرہ دیا یا نہیں۔

باز پُرس کیوں ہوگی؟ امام الائمہ امام ولی اللہ نے اپنے ایک رسالے "سطعات" میں اس امر کی تشریح کی ہے۔ کہ خداوند تعالےٰ کی تجلّیات میں سے ایک تجلّی تجلّیِ اعظم کہلاتی ہے جو ساری کائنات پر اثرانداز ہے۔ اس کا ایک عکس یا نازل تجلّی عرش کہلاتی ہے جس کے نیچے ہر ایک نوع حیوانات کا ایک نمونہ موجود ہے۔ ان میں ایک نمونہ نوع انسان کا بھی ہے۔ اسے امام نوع انسانی یا انسان کبیر کہا جاتا ہے۔ اس انسان کبیر کے نمونے ہی پر تمام انسان اس دُنیا میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور انسان صغیر کہلاتے ہیں۔ اُس انسان کبیر کی جو روح ہے وہ تمام افرادِ انسانی کی رُوح ہے۔ اس انسانِ کبیر کے قلب پر عرش کی تجلّی کا عکس پڑتا ہے۔ یہ گویا تجلّیِ اعظم کا تیسرے درجے کا نازل عکس ہے۔ یا یوں کہو کہ ذاتِ خداوندی کی ایک نازل تجلّی ہے۔ یہ تجلّی حشر میں ہر ایک فردِ انسانی سے مخاطب ہوگی۔ تو گویا حقیقت میں انسانیت ہر ایک فرد سے مخاطب ہوکر ان سے باز پرس کرے گی۔ اس سے ظاہر ہے کہ قیامت کے روز انسانی افراد اور انسانی جماعتوں کا فیصلہ مجموع انسانی (Humanity as a whole) کے تقاضوں کے مطابق ہوگا۔ جو فرد انسان کبیر یا انسانیت جامع کے طبعی تقاضوں کے جتنا قریب ہوگا یعنی ان کو جتنا زیادہ پُورا کرنے والا ہوگا۔ اُتنا ہی نیک یا صالح قرار دیا جائے گا۔

افرادِ انسانی اور انسان کبیر کا تعلق اس کی مثال ایسی ہے جیسے جسم انسانی کے

خلیات (Cells) کہ ان میں سے بہترین ——— صالح ترین ———
خلیہ وہ ہے جو سارے بدن انسانی کے طبعی تقاضوں کو پورا کرنے میں
زیادہ سے زیادہ مدد دیتا ہے۔ اور دوسرے خلیات کے ساتھ مل کر بہترین
مصالحت (Harmony) کے ساتھ کام کرتا ہے۔ جو خلیہ اس طرح کام
نہیں کرتا وہ بیمار ——— غیر صالح ——— ہے۔ وہ خلیہ جسم انسانی کی
خدمت کرنے سے بلسانِ حال "منکر" ہے یعنی "کافر" ہے۔ اس خلیے سے
"بازپرس" ہو گی اور اس کی اصلاح کے لئے اس کا علاج کیا جائے گا۔

اسی طرح ہر فردِ انسانی کی صالحیت کا امتحان اس نقطۂ نگاہ سے ہو گا۔
کہ اس نے دیگر افرادِ انسانی کے ساتھ مل کر کہاں تک مناسبت (Harmony)
پیدا کی۔ جو انسان کبیر کی صحت کے لئے ضروری ہے۔ اگر کسی فرد کے بدن میں
کچھ اجزا خراب یا ناقص ہوں گے تو اس کی اصلاح کے لئے اسے جہنم کے
"شفاخانے" میں جانا ہو گا۔

اب فرض کیجئے کہ ایک انسان کے پاس خوراک کا ذخیرہ اس کی ضرورتوں
سے زیادہ ہے۔ تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے بدن انسانی کے خلیے میں خون

ﮯ انسانی جسم ——— بلکہ ہر ایک جاندار جسم ——— چھوٹے چھوٹے خانوں یعنی
خلیات (Cells) سے مرکب ہے۔ جن میں سے ایک کی شکل صفحہ ۱۰۰ پر دیکھیں۔ ایک
خلیہ یا خانہ ایک انچ کا $\frac{1}{500}$ حصّہ ہوتا ہے۔ اس کے بیچ میں مرکزہ (Nucleus) ہوتا
ہے۔ اور اس کے گرد مادۂ حیات (Protoplasm) بھرا ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ ایک
چہار دیواری (Cell-wall) میں بند ہوتا ہے یہ پھٹ کر بڑھتا ہے۔

آتا ہے۔ اگر وہ فرد انسانی اس ذخیرہ خوراک میں سے اپنی ضرورت کے بقدر لے کر دیگر افراد انسانی کو بھی اس میں سے ان کی ضرورت کے مطابق پہنچا دیتا ہے۔ تو اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے تندرست خلیہ خون کو دوسرے خلیات کی طرف منتقل کرتا رہتا ہے۔ یہ اس کا وظیفہ (Function) ہے اگر وہ فرد انسانی خوراک جمع کر رکھے تو وہ ایسا ہی جیسے خلیے میں خون "جمع" ہو جائے۔ تو جیسے اس صورت میں کہا جائے گا کہ خلیہ بیمار ہے مثلاً اسے سوجن ہو گئی ہے۔ ایسے ہی فرد انسانی کو بھی غیر صالح ——— نا تندرست، اخلاقی بیمار ——— قرار دیا جائے گا۔ اور انسانیت (امامِ نوع انسان) کے قلب پر جو تجلّیٔ الٰہی پڑتی ہے وہ اس سے باز پرس کرے گی۔

صالحیت کا معیار مساکین کی خدمت ہے

الغرض اس دُنیا کی زندگی میں فرد کی صالحیت موقوف ہے اس بات پر کہ وہ دوسرے کمزور اور مسکین افراد کی کھانے پینے اور کپڑے لتّے سے کتنی مدد کی۔ اِس دُنیا کی زندگی میں انقلابی جماعت کی طرف سے جو انسان کبیر یا انسانیت عامہ کی نمائندگی کرتی ہے۔ اور اُس دُنیا میں انسان کبیر کے قلب پر پڑنے والی تجلّیٔ الٰہی کی طرف سے گویا براہ راست خداوند تعالیٰ کی طرف سے باز پرس ہوگی۔ یہ انقلابی جماعت ان انسانیت فراموش افراد سے اس وقت باز پرس کرے گی جب وہ اپنی مرکزی طاقت مضبوط کر لے گی۔

(۱۲) اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا (۱۳) وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّ عَذَابًا اَلِيْمًا (۱۴) يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا: (بیشک ہمارے پاس بیڑیاں ہیں، آگ، گلے میں

اٹکنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے جب زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں گے اور پہاڑ پھسلنی ریت کے ٹیلے بن کر رہ جائیں گے)

ان آیات میں آنے والے بہت بڑے خوفناک واقعے کا ذکر ہے۔ اور اس میں "مکذّبین" کے لئے جن کا اوپر ذکر آیا ہے ایک بہت بڑا ڈراوا ہے۔

انقلاب اور قیامت | امام ولی اللہ کی حکمت کے مطابق ان آیات میں آنے والی بڑی قیامت کے علاوہ چھوٹی دُنیاوی قیامت —— انقلابِ عمومی —— کی طرف بھی اشارہ ہے۔

قرآن درحقیقت آنے والے انقلاب سے ڈرانا چاہتا ہے۔ اس کے لئے وہ قیامتِ کبریٰ کے واقعات کو جو تمام اقوام میں مسلّمہ طور پر معلوم ہیں عنوان بناتا ہے۔ اگر قرآن حکیم محض عربوں کے لئے نازل ہوا ہوتا تو وہ عرب کی گزشتہ تاریخ کے واقعات مثلاً عاد و ثمود کی تاریخ کی طرف اشارہ کرنا کافی سمجھتا۔ مگر یہ عالمگیر صداقتیں لیکر آیا ہے۔ اس لئے اسے ان عالمگیر صداقتوں کے نہ ماننے والوں کی عبرت انگیزی کے لئے مسلّمہ عالمگیر حوادث ہی کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے۔ اس لئے قرآن حکیم نے ان آیات میں انقلابِ عمومی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے قیامت کے عالمگیر حادثے کو ذریعہ بنایا ہے۔

کھانے پینے کے نظام کی اہمیت | اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان کو اپنی اصلاح کے پروگرام میں کھانے پینے کے انتظام کو پوری اہمیت دینی چاہئے اور اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ کوئی شخص اس کے ہمسائے میں بھوکا نہ سوئے۔

جب اس اصول پر اصلاح شروع کی جائے گی تو اسے اپنے زمین و آسمان بدلے ہوئے نظر آئیں گے۔ وہ اس گھر میں آرام سے نہ رہ سکے گا جس میں وہ اب

تک ظالمانہ انداز سے رہتا تھا وہ اس شہر میں نہ رہ سکے گا اور اس ملک میں نہ رہ سکے گا جس میں انسانیت پر ظلم ہو رہا ہو۔

فارغ البال ظالم لوگوں کی سزا | جب کسی قانون کا کوئی باغی پکڑا ہوا آتا ہے تو اُسے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر قید خانے میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اُسے وہاں بدترین غذا ملتی ہے۔ اور تمام راحتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح انسانیت کے دشمن کو بیڑیوں میں کس کر پہلے دُنیاوی قید خانے میں ڈالا جائے گا۔ اور یہاں سے مر کر نکلتے ہی وہ جہنّم کے قید خانے میں ڈالدیا جائیگا چونکہ وہ غریبوں اور مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتا تھا۔ اس لئے اسے دُنیاوی جیل میں اور اس کے بعد اُخروی جیل (جہنّم) میں ایسا کھانا دیا جائیگا جسے وہ کھا نہ سکے گا۔ اور جس طرح مساکین اسے دیکھ دیکھ ترستے تھے اب وہ کھانے کو ترسے گا۔ البتہ دنیاوی عذاب کا قاعدہ اتنا عام اور ہمہ گیر نہیں جتنا اُخروی زندگی کے عذاب کا ہے۔ کیونکہ جو شخص انقلابی جماعت کی کامیابی سے پہلے مر گیا وہ اس کے ہاتھوں سزا پانے سے بچ جائے گا۔ جو لوگ ان ایامِ انقلاب کی پوری سزا سے بچ گئے ان کے لئے آخری بازپرس کا دن مقرر کیا گیا ہے۔ اس روز سب کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔ اس روز خداوند تعالےٰ لوگوں کے ساتھ انصاف کرنے کے سوا اور کچھ نہ کرے گا۔

پس کھاتے پیتے لوگ جو انسانیت کی خدمت کے اصولوں سے انکار کرتے ہیں ـــــ مُکَذِّبِیْنَ ـــــ وہ اُس بڑے یوم انقلاب ـــــ قیامتِ کبریٰ ـــــ اور اس آنے والے چھوٹے یوم انقلاب

_____ قیامت صغریٰ سے ڈریں اور ان کے پاس جو نعمت الٰہی ہے اُس میں سے ان کو بھی بقدر ضرورت دیں جو اس سے محروم ہیں۔

فائدہ ۵۔ ایک شخص غلطی کرتا ہے۔ اس پر گرفت کا موقعہ آچکا ہے مگر اس نے دوسری جماعت میں مل کر ایک اچھا کام بھی کیا ہے۔ اب یہ جماعتی اچھا کام اگر اس غلطی کو معاف نہیں کرا سکتا تو اسے مؤخّر ضرور کرا دے گا۔ اس اصول پر انسانوں کا فیصلہ آگے پیچھے ہو سکتا ہے۔ مگر کوئی جرم بغیر بدلے کے نہیں رہ سکتا۔ اور جب اس جرم کی سزا پوری ہو جائے گی جو ہمیشہ محدود ہوگی، تو اُسی وقت سے وہ نجات پا جائے گا۔

شکل متعلقہ صفحہ ۹۶

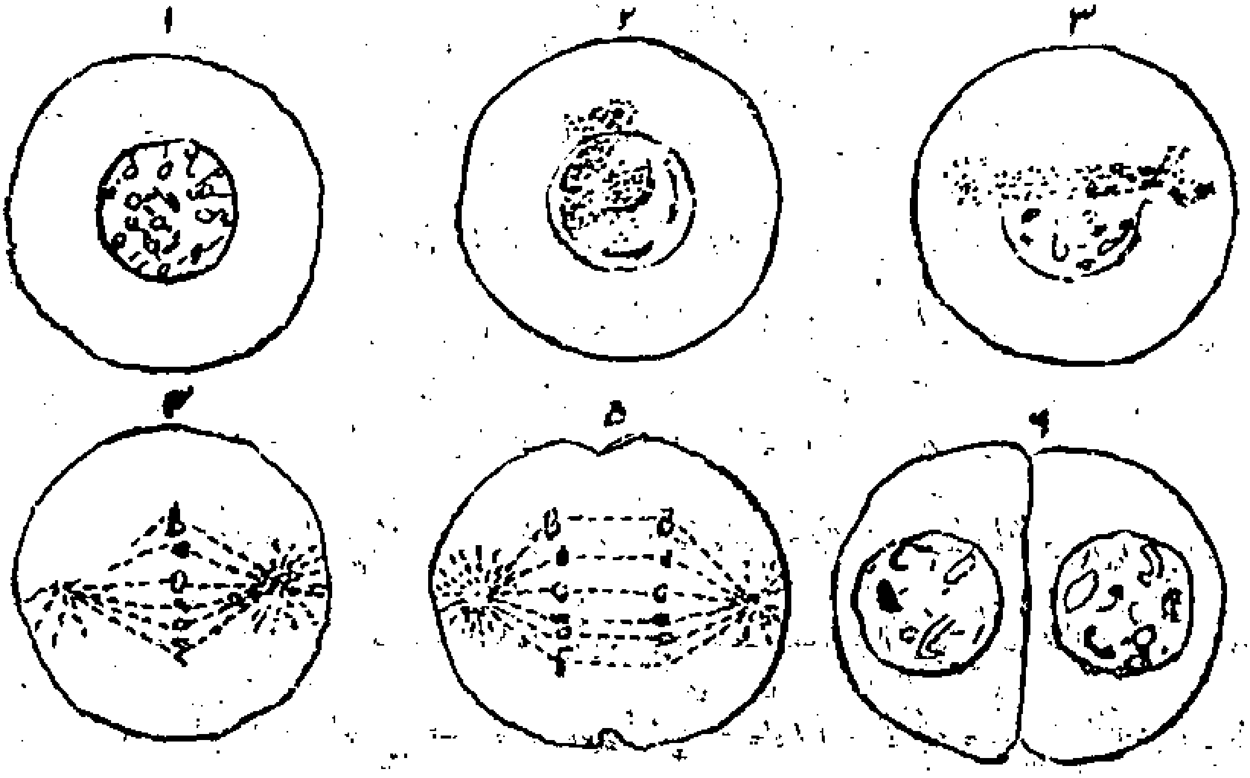

انقلاب کی منزلِ اوّل

قومی انقلاب

انقلاب کی منزلِ اوّل

قومی انقلاب

قومی انقلاب کی دعوت | (۱۵) اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا: (ہم نے تم عربوں کی طرف اسی طرح نگرانی کرنے والا رسول بھیجا ہے جس طرح فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا)

بین الاقوامی انقلاب کے چند اصول بیان کرنے کے بعد ان کو قومی انقلاب میں استعمال کرنے کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ یہ قومی انقلاب آگے چل کر بین الاقوامی انقلاب کی شکل اختیار کرے گا۔ اور قومی انقلاب لانیوالی جماعت ہی اس بین الاقوامی انقلاب کی مجلس عاملہ (ورکنگ کمیٹی Working Committee) بن جائے گی۔

نبی اکرم صلعم کی دو حیثیتیں | حضرت امام الائمہ امام ولی اللہ دہلوی کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ عرب کے لئے قومی نبی ہیں تاکہ اہل عرب کے اخلاق و عادات کی اصلاح کریں اور ان میں قانونِ الٰہی جاری کریں۔ دوسری یہ کہ آپ تمام اقوام عالم کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت امامؒ فرماتے ہیں کہ:۔

وھذا الامام الذی یجمع الامم علی ملۃ واحدۃ یحتاج الی اصول اُخری غیر الاصول المذکورۃ فیما سبق، منھا

ان يدعو قوما الى السنة الراشدة ويزكيهم ويصلح شأنهم ثم يتخذهم بمنزلة جوارحه فيجاهد اهل الارض ويفرقهم فی الآفاق وقوله تعالى: (كنتم خيرا مة اخرجت للناس) وذلك لان هذا الامام نفسه لا يتأتى منه مجاهدة امم غير محصورة واذا كان كذلك وجب ان تكون مادة شريعته ما هو بمنزلة المذهب الطبيعي لاهل الاقاليم الصالحة عربهم وعجمهم ثم ما عند قومه من العلم والارتفاقات ويراعی فيه حالهم اكثر من غيرهم (حجۃ اللہ البالغہ جلد اوّل ص۱۱۸)

اس بین الاقوامی دعوت دینے والے نبی کی کامیابی کے اصول ان اصول سے مختلف ہوں گے۔ جو ایک امام صرف اپنی قوم کے اندر دعوت کے لئے استعمال کرتا ہے۔ ان میں سے ایک اصول یہ ہے کہ یہ بین الاقوامی امام اپنی قوم کو صحیح سنت کی دعوت دیگا۔ اور انہیں پاک کریگا۔ اور ان کی حالت درست کر کے ان کو اپنا آلہ کار بنائے گا وہ ان کی مدد سے باقی اقوام عالم سے لڑے گا۔ اور ان کو چاروں طرف اپنی دعوت کا پیام دیکر بھیج دے گا۔ چنانچہ قرآن حکیم کی آیت کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (تم امت عربیہ کا بہترین طبقہ ہو جو تمام دُنیا کے لوگوں کے لئے پیدا کئے گئے ہو) اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ امام تنہا بنفس نفیس لاتعداد اقوام کے ساتھ لڑ بھڑ نہیں سکتا۔ چونکہ صورت حال یہ بن جاتی ہے

اس لئے ضروری ہے کہ اس کے قانون شریعت کا جوہر تمام اقوام کے لئے
خواہ وہ عرب ہوں غیر عرب جو اچھی آب وہوا کے خطوں میں بستی ہیں۔
بمنزلہ مذہب طبیعی ہو۔ بایں ہمہ اس امام کی قوم کے علوم وارتفاقات
کا دیگر اقوام کی بہ نسبت اس تعلیم میں زیادہ خیال رکھا گیا ہو)

پس بین الاقوامی دعوت دینے والا امام اپنا کام بین الاقوامی دعوت سے شروع نہیں کرے گا۔ بلکہ سب سے پہلے اپنی قوم کے صالح عناصر کو جمع کرکے قومی انقلاب برپا کرے گا اور پھر اس قومی انقلاب کی مجلس عاملہ (جوارحہ) دوسری اقوام میں کام کرے گی اور ان کے اندر انقلاب برپا کرے گی۔

حضرت موسےٰ کی مثال حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شاندار بین الاقوامی کامیابی اسی اصول طبعی کی پابندی کی رہین منت ہے۔ یہ اصول اس سے پہلے بھی برتنے کی کوشش کی گئی تھی۔ چنانچہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے فرعون کے بین الاقوامی مرکزیت کو توڑنے کے لئے اسی حربے سے کام لیا۔ جب خداوند تعالےٰ نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کو دعوت حنیفی کی ریاست سپرد کی (جو بین الاقوامی دعوت ہے) تو اُن کو اور ان کے رفیق کار حضرت ہارون علیہ السلام کو حکم دیا کہ :-

فَأْتِيَاهُ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ ۙ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۖ قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكَ ۖ وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ (طٰہٰ : ۴۷)

(یعنی دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم تیرے پروردگار

کے پیامبر ہیں۔ اس لئے بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔ اور
ان کو عذاب مت دے۔ ہم تیرے پاس تیرے رب کی کھلی کھلی نشانیاں
لے کر آئے ہیں۔ اب جو ہدایت کی پیروی کرے گا وہی سلامت رہ سکتا
ہے)

چنانچہ خدا کے دونوں پیامبر فرعون کے پاس جاتے ہیں اور حضرت موسےٰ علیہ السلام بطور نمائندہ گفتگو کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ :۔

قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ
(الاعراف: ۱۰۵) (میں یقیناً تمہارے رب کی طرف سے کھلی کھلی
نشانیاں لے کر آگیا ہوں۔ اس لئے اب بنی اسرائیل کو میرے ساتھ روانہ
کر دو)

بالکل ایسے ہی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے قریش اور عرب میں بین الاقوامی کام کو قومی رنگ میں کرنا شروع کیا اور ان مظالم سے پاک کرنے کی کوشش کی جو وہ انسانیت پر کر رہے تھے۔ اور ان کو تعلق باللہ کا وہ سبق یاد دلایا جو وہ بھول چکے تھے۔

(۱۶) فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا (فرعون
نے اس پیامبر کا کہنا نہ مانا تو ہم نے اسے دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا)

فرعونی ملوکیت کا خاتمہ | فرعون کی ملوکیت بنی اسرائیل اور سب مصریوں سے ناجائز انتفاع (Exploitation) کر رہی تھی۔ اُس نے ان کو غلامی کی انتہائی ذلت میں مبتلا کر رکھا تھا۔ ان سے اتنی محنت و مشقت لی جاتی تھی کہ ان کو بیلوں اور

گدھوں کی طرح تمام گھریلو کاموں کے لئے استعمال کیا جانے لگا تھا اہرام مصر (Pyramids) جیسی عظیم الشان عمارتیں جن کی تعمیر میں لاکھوں من پتھر کی سلیں لگی ہیں سب مصریوں کے ہاتھوں بنوائی گئیں۔

جب حکمران طبقہ اپنی قوم کو یوں ذلیل بناتے تو اُسے کیوں زندہ رہنا چاہیئے؟ وہ تو اپنی قوم کو آدمی ہی نہیں مانتے بنی اسرائیل کی ان کے ہاں کیا قیمت ہوسکتی ہے؟ چنانچہ فرعون نے بھی بنی اسرائیل کو حضرت موسےؑ کے ساتھ جانے دینے سے انکار کردیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت موسےؑ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو آزادی کے پروگریم پر منظم کرلیا اور ان کو مصر سے نکال لے گئے۔ اب خداوند تعالےٰ نے بھی بنی اسرائیل کی خاص مدد فرمائی۔ اور ان کے دشمنوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے برباد کردیا۔

چھٹی صدی عیسوی کے فراعنہ کسرےٰ اور قیصر: اسی طرح چھٹی صدی عیسوی کے فراعنہ (Pharoas) کسریٰ ایران اور قیصر روم ——— کے لئے ایک نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم آیا جس نے ان کو دعوت دی کہ وہ اسلام کا قانون ——— قرآن حکیم ——— قبول کرکے اسے رائج کریں اگر وہ اس قانون کو رائج نہ کریں گے تو کسانوں پر جو ظلم وہ کر رہے ہیں اس کے وہ ذمہ دار ہوں گے چنانچہ قیصر روم کو جو خط لکھا گیا اس میں یہ الفاظ خاص ہیں:۔

انی ادعوك بداعیة الاسلام، اسلم تسلم یؤتیك الله اجرك مرتین فان تولیت فان علیك اثم الیریسیین

(الصحیح البخاری باب بدء الوحی)

دیں تم کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر اسے مان لوگے تو دنیا
میں بھی بچ رہو گے اور اللہ تعالےٰ تمہیں اس کا دگنا اجر بھی دیگا۔ اگر تم نے
اس دعوت کو قبول نہ کیا تو تمہارے کسانوں پہ جو مظالم ہو رہے ہے اور وہ اپنی
جہالت کے باعث جو غلطیاں کر رہے ہیں ان کے تم ذمہ دار ہوگے)
اس خط سے ظاہر ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انسان دوستی
شروع ہی سے ملوکیت پرستوں کے جوئے تلے دبے ہوئے لوگوں خصوصاً
کسانوں کے ساتھ تھی کیونکہ ان ممالک کی غالب آبادی ان کسانوں وغیرہ ہی
پر مشتمل تھی۔ چنانچہ امام الائمہ امام ولی اللہ دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ (صفحہ ۱۰۵)
میں اس طبقے کی زبوں حالی کا جو نقشہ کھینچا ہے، وہ نہایت عبرت انگیز ہے
کسریٰ و قیصر نے یہ دعوت قبول نہ کی نتیجہ یہ نکلا کہ جس طرح فرعون کو
دُنیا میں سزا دی گئی اسی طرح یہ دونوں سلطنتیں صفحہ ہستی سے مٹا دی گئیں۔
اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح ثابت ہوا۔ کہ ھلک کسریٰ فلا
کسریٰ بعدہ وھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ (کسریٰ و قیصر ہلاک
کر دئے جائیں گے اور ان کے بعد ان کا کوئی جانشین نہیں ہوگا)
یہ تھا وہ بین الاقوامی انقلاب جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے قرآن کے ذریعے سے پیدا کیا۔ اور جس کا فائدہ تمام کمزور جماعتوں کو پہنچا۔

(۱۷) فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا
(۱۸) (ا) السَّمَاءُ مُنْفَطِرٌ بِهِ: (تم کس طرح بچ سکو گے اگر تم
نے انکار کیا اس دن کا جو بچوں کو بوڑھا کر دیگا۔ اور جس سے آسمان پھٹ جائیگا

جائے گا)

وہ یوم انقلاب آنے والا ہے اور جس طرح قیامت کبریٰ کا عذاب ایسا خوفناک ہوگا کہ بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور آسمان پھٹ جائیں گے۔ اسی طرح چھوٹے پیمانے پر آنے والے ایام انقلاب میں تمام مخالفین کو سخت سزا دی جاتی گی۔ اس یوم انقلاب کے لانے کے لئے خدائے قدیر اور مدبر السموات والارض تدابیر کر رہا ہے۔ اگر اسے قریب تر لانے کے لئے آسمانی قوتوں کو پھاڑنا تار یا بقول حضرت مسیح "ہلانا" پڑے گا تو وہ بھی کر ڈالے گا۔

انقلاب کے لئے تدبیر الٰہی کے طریقے

تدبیر الٰہی کے انہی اصولِ کار کی تشریح کرتے ہوئے امام ولی اللہ فرماتے ہیں کہ:۔

واذا تهيأت اسباب هذا الشر اقتضت رحمة الله بعباده ولطفه بهم وعموم قدرته على الكل وشمول علمه بالكل ان يتصرف في تلك القوى والامور الحاملة بها بالقبض والبسط والاحالة والالهام حتى تفضي تلك الجملة الى الامر المطلوب۔ یعنی جب عارضی قباحت کے اسباب جمع ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی رحمت اور اس کی مہربانی تقاضا کرتی ہے کہ اس عارضی قباحت کو دور کر کے مصلحت عامہ کے مطابق حالت پیدا کر دی جائے اور یہ اللہ تعالےٰ کے لئے مشکل نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ ہر چیز پر براہِ راست قادر ہے۔ اور کائنات کے ذرّے ذرّے

کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔ اس غرض کے لئے وہ مخلوقات اور ان کی قوتوں میں تصرف کرتا ہے۔ اس کے تمام تصرفات چار قسموں میں منقسم ہو جاتے ہیں :-

(۱) قبض (یعنی جو قوتیں مصلحت کلیہ کے خلاف ہوں ان کی قوت عاملہ روک دی جاتی ہے)

(۲) بسط (یعنی جو قوتیں مصلحت کلیہ کے لئے مفید ہوں مگر کمزور ہوں ان کو قوی مثالیہ سے مدد پہنچا کر طاقتور بنا دیتا ہے)

(۳) احالہ (یعنی مصلحت کلیہ کے قیام کی غرض سے اگر ضرورت پڑے تو ایک عنصر کو دوسرے عنصر میں تبدیل کر دیا جاتا ہے)

(۴) الہام (یعنی مصلحت کلیہ کے قیام کے اصول کی محبت یا اس کے مخالف قوتوں کی نفرت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی جاتی ہے۔ اور وہ اس کے حق میں اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں)

کسریٰ و قیصر اور ان کے متبعین قریش کو انذار

الغرض ان تدابیر کے ذریعے سے قرآنی انقلاب لایا جائے گا اور کوئی قوت اُسے روک نہ سکیگی اور نہ حجاز میں کوئی غیر انقلابی رہنے پائے گا۔ اب اگر فرعون موسیٰؑ کی تحریک انقلاب کی مخالفت کر کے بچ نہ سکا تو قیصر و کسریٰ اور ان کے ملّی اور حجازی متبعین اس انقلاب سے جو قرآن حکیم لانے والا ہے کس طرح بچ سکتے ہیں؟

اس پیشگوئی کی تصدیق

تاریخ شاہد ہے کہ یہ پیشگوئی حرف بحرف صحیح نکلی اور اس اعلان کے تیرہ سال کے بعد جنگ بدر میں ابو جہل اور اس کے متبعین اور

چند سال کے بعد ایرانی اور رومی جنگوں میں کسریٰ ایران اور قیصر روم ہلاک ہو گئے۔

(ب) كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُوْلًا: (یہ بات ہو کر رہنے والی ہے)
یہ انقلاب ہو کر رہے گا اور کوئی طاقت اسے روک نہ سکے گی!

یہ اعلانِ جنگ بدر سے تیرہ سال پہلے کیا گیا تھا۔ اور بدر میں عین اس کے مطابق ہو کر رہا۔

انقلاب کا مطالعہ کرنے کی ضرورت

ہمارے اکثر مفسرین نے اپنی تفسیریں اس زمانے میں لکھیں جب قرآنی انقلاب دُنیا کے اکثر حصوں پر چھا چکا تھا اور قرآنی نظام (Quranic Order) کے مطابق مسلمانوں کی زندگی کی تنظیم ہو چکی تھی اس لئے یہ مفسرین انقلاب کی وہ کیفیت سمجھنے سے معذور رہے۔ جو صدرِ اسلام میں پیش آئی تھی اور جس میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کے ساتھیوں نے واقعۃً زندگی بسر کی۔ اس لئے یہ مفسرین اکثر واقعات کو جو انقلاب کے زمانے میں پیش آیا کرتے ہیں۔ اور جو واقعی قیامت کبریٰ کا نمونہ ہوتے ہیں۔ قیامت کبریٰ ہی پر محمول کر کے خاموش ہو گئے۔ اس انقلاب کی حقیقت کچھ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے اِس قسم کا انقلاب دیکھا ہو۔ ہم خود ہندوستان میں اس انقلاب کے بعد پیدا ہوئے ہیں جو یوروپین استیلا سے پیدا ہوا مگر ہم ایک واسطے سے

ع؎ راقم الحروف کے اُستاد مولانا مفتی عبد الحمید صاحب لودیانوی تا حال زندہ ہیں انھوں نے اپنے شہر (لودیانہ) میں پیش آنے والے واقعات راقم الحروف کو سُناتے۔ ان کو سُن کر دل دہل جاتا تھا۔ راقم الحروف نے اپنے خاندانوں کے بزرگوں سے شورش مذکور کے جو حالات سُنے وہ زبانِ قلم ادا کرنے سے عاجز ہے۔

اس انقلاب کے حالات جانتے ہیں۔ جب وہ حالات سُنتے ہیں تو بدن پہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اس قسم کے انقلاب کی قریب ترین مثال روسی انقلاب کی ہے۔ روس میں زار کے خاندان اور دیگر روسی امراء کے خاندانوں سے جو بیتی وہ کچھ وہی خوب جانتے ہیں جو ان قیامت خیز و حشر زا حوادث سے دوچار ہوئے۔ جو لوگ ۱۹۱۷ء ہندی کے بعد پیدا ہوتے وہ ان کی حقیقت سے کس طرح واقف ہو سکتے ہیں؟ اور صفحات تاریخ وہ خونچکاں مناظر کس طرح دکھا سکتے ہیں۔ جو آنکھوں نے ۱۹۱۷ء ہندی میں دیکھے۔ اور اس سے تھوڑا سا فرق کر کے عثمانی خلافت میں جو انقلاب آیا ہے اور شاہی خاندان جس طرح بھیک مانگنے اور بُری طرح اخلاق بیچنے پر مجبور ہوا۔ مسلمانوں کا کھاتا پیتا طبقہ وہ مسلمانوں کے سامنے نہیں آنے دیتا ورنہ مسلمانوں کے سامنے روس کے انقلاب کی کوئی اہمیت نہ رہے۔ اور جتنی سزا عثمانیوں کو دی گئی وہ ہمارے عوام سُن لیں تو آنکھیں کھُلی رہ جائیں!

الغرض قرآن حکیم قیامت کبریٰ کے جس چھوٹے سے نمونے ——— انقلاب ——— کی خبر دے رہا ہے وہ واقع ہو کر رہیگا۔ اور کوئی ارضی و سماوی طاقت اسے روک نہ سکے گی!

(۱۹) (ل) اِنَّ ھٰذِہٖ تَذْکِرَۃٌ: (یہ ایک یاددہانی ہے)

قرآن متنبہ کرتا ہے | جو لوگ قرآن سوچتے ہیں قرآن حکیم ان کی صحیح رہنمائی کرتا ہے۔ اور جو لوگ اس کے خلاف انجاع (Rea ction) سوچتے ہیں ان کو

تنبیہ کرتا ہے۔
(ب) فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا (اب جس کا جی چاہے
وہ اپنے رب کا راستہ پکڑ لے)

اب کون بچے گا؟ | اس انقلاب نے اللہ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا رستہ کھول دیا ہے۔ جو شخص چاہے یہ راستہ اختیار کر لے۔ اور قرآنی تعلیم کو اپنا پروگرام بنا کر دنیا اور آخرت کے عذاب سے بچ جائے۔ رسول اللہ کا فرض یہ ہوگا کہ بھولے بھٹکے لوگوں کو یاد دہانی کراتے رہیں۔ آپ کے بعد قرآن حکیم کی تعلیم سے صحیح طور پر سوچنے والے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ انقلاب وہی کامیاب ہوتا ہے۔ جس کے کارکن انقلاب کے اصولوں کو سمجھ کر اپنا لیں اور پھر اپنی ذمہ داری پر کام کریں۔ جب تک کوئی شخص اپنے فیصلے سے انقلابی نہیں بنتا انقلاب میں وہ کوئی قیمت نہیں پاتا۔ جو لوگ اچھی طرح سمجھ کر شامل نہ ہوں وہ پھر ارتجاعی بن جایا کرتے ہیں۔ اِس لئے قرآن کے اصولوں کو سمجھا کر انقلابی بنانا ضروری ہے۔

نظر بازگشت | اس رکوع میں مندرجہ ذیل مضامین آ گئے ہیں :۔

(۱) قرآن حکیم کی تحریک عوام اور خواص دونوں میں جاری کی جائے تاکہ یہ اپنے انقلابی اثرات پیدا کرے۔

(۲) اس تحریک کو آگے بڑھانے کے واسطے صرف خدا پر بھروسہ کر کے کام کرنا ضروری ہے۔

(۳) اس تحریک کا ابتدائی مقابلہ بین الاقوامی میدان میں کسریٰ و قیصر

کے سرمایہ پرستانہ نظام سے پیش آئے گا۔ اور قومی میدان میں ان لوگوں سے جن کی ذہنیت سرمایہ پرستانہ ہے۔

(۴) ابتدا میں انقلابی جماعت لڑنے سے باز رہے۔ اور صبر کے ساتھ تمام مصائب برداشت کرتی ہوئی تیاری کرے۔

(۵) قرآنی انقلاب کی بنیاد مسکینوں کی خدمت پر ہوگی اور اسی مسئلے پر قیامت کے روز اقوام اور افراد کا فیصلہ ہوگا۔

(۶) عمومی انقلاب برپا کرنے سے پہلے اُس کے پیشرو (Pioneers) تیار کرنے کے لئے قومی انقلاب پیدا کیا جائے۔

انقلاب کی منزل دوم

بین الاقوامی انقلاب

انقلاب کی منزل دوم

بین الاقوامی انقلاب

تمہید | انقلاب کی حقیقت ان کے ذہن نشین ہو گی۔ اب یہ اساتذہ — ائمہ انقلاب — اپنے اپنے گھروں پر لوگوں کو تیار کریں گے۔ اس لئے شب بیداری کی وہ پابندی جو ایک سال پہلے لگائی گئی تھی کہ ایک تہائی، نصف یا دو تہائی رات گئے تک کھڑے رہا کرو۔ غیر ضروری قرار دے دی گئی۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ اسے قیامت تک کے لئے منسوخ کر دیا گیا۔ اس "قول ثقیل" پر عمل کرنے کی تیاری کے لئے ضرور کم سے کم ایک سال تک بالاستیعاب (Intensive) مطالعے اور گہرے غور و فکر کی ضرورت تھی۔ اس کے بعد بھی جب انہی اصولوں پر انقلاب برپا کرنے کی ضرورت ہو گی پھر یہی اصول قائم ہو جائیگا۔ اور یہ آیت زیر عمل آجائے گی۔ یہ قیام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ساری عمر ضروری رہا۔ مگر عام لوگوں کو اس سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔

(۲۰) (۱) اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ : (بیشک تیرا پروردگار جانتا ہے کہ تو اور تیرے ساتھیوں میں سے ایک چھوٹی سی

جماعت دو تہائی سے کچھ کم یا نصف شب یا ایک تہائی رات تک
کھڑی رہتی ہے اور اللہ مقدار معین کرتا ہے رات اور دن کی وہ جانتا ہے تم (ہمیشہ)
اس حکم کی پیروی نہ کر سکو گے اس لئے اس نے تمہیں اس حکم کی تعمیل سے بری کر دیا۔ اب
تم اتنا قرآن پڑھ لیا کرو جتنا آسانی کے ساتھ پڑھ سکو]

قیام شب کا حکم دائمی نہ تھا | یہ حکم تمام دنیا کے لئے اور ہر زمانے کے مسلمانوں کے لئے دائمی حکم نہ تھا۔ کہ وہ ایک تہائی یا نصف یا دو تہائی رات تہجد میں گزاریں جس میں وہ قرآن حکیم پڑھیں اور اس پر غور کریں۔ زمین کے بعض حصوں میں راتیں لمبی ہوتی ہیں جیسے ناروے کے شمال میں ایک ماہ کی رات ہوتی ہے۔ اگر اتنی لمبی رات کا آدھا یا تہائی بھی کھڑا رہنا پڑے تو عملی طور پر یہ ناقابلِ عمل ہو گا۔ ایسی تعلیم جس میں اس قسم کے حکم ہوں عالمگیر نہیں بن سکتی۔ اس لئے خداوند تعالےٰ نے انسان کی طبعی ضرورت کے مطابق قرآن حکیم کے اتنے مطالعے کا حکم دیا جس پر عمل ہمیشہ ممکن ہے۔

ترمیم حکم کے دوسرے اسباب (۱) امراض (۲) سفر (۳) قتال | اس حکم کے بدلنے میں رات دن کی کمی بیشی کے علاوہ اور بھی کئی اسباب ہیں۔ مثلاً :-

(ب) عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى: (وہ جانتا ہے کہ تم میں
عنقریب بعض لوگ بیمار بھی ہو جائیں گے)

(ا) جو لوگ بیمار ہوں گے وہ اس طویل شبانہ تعلیمی عبادت کے متحمل
نہ ہو سکیں گے۔

(ج) وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ:
(اور دوسرے لوگ سفر کریں گے زمین پر اللہ کے فضل کی تلاش میں۔
(۲) بعض لوگ انقلابی ضرورتوں کے لئے سرمایہ جمع کرنے کی خاطر خواہ وہ
اپنی ذات کے لئے ہو یا جماعت کے لئے، راتوں کو سفر کریں گے۔
(د) وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ: (اور دوسرے لوگ
اللہ کی راہ میں قتال کریں گے)
(۳) بعض لوگ اس انقلابی پروگرام کو زمین میں قائم کرنے کے لئے سر دھڑ
کی بازی لگا کر خدا کی راہ میں لڑیں گے۔
(ہ) فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ: (اس لئے اتنا پڑھ لو جتنا آسانی سے
پڑھا جا سکے)
یہ دائمی قاعدہ ہے کہ حسب ضرورت جتنا سہولت سے پڑھ سکو پڑھ لیا کرو۔
مملکت State) کی تنظیم صرف علم سے نہیں ہوتی۔ بلکہ تجارت اور تحفظ
مملکت کی بھی ضرورت پڑتی ہے پس ہر شخص کو کوئی نہ کوئی منفعت بخش کام
(Productive Occupation) اختیار کرنا چاہیے۔ جو سوسائٹی کے لئے مفید
ہو۔ اور جس کی قانون اجازت دے۔ انقلاب کا نتیجہ یہ ہے کہ انقلاب منظم کر کے
عوام کو ارتقائی راستے پر لگا دیا جائے۔ اس وقت ہر شخص کو کوئی نہ کوئی کام کرنا ہوگا تاکہ ملک
کی پیداوار بڑھے اس پیداوار کی تنظیم بھی انقلاب کا ایک فریضہ ہے۔ اسی کے بل بوتے
پر انقلابی جماعت اپنے انقلاب کو آگے بڑھا سکتی ہے۔ اگر ملک کی پیداوار منظم نہ ہوگی تو
مخالف طاقتوں کے حملوں کو برداشت نہ کیا جا سکے گا۔ اور اجتماعی طاقتیں فتور مچا دینگی۔

ہر شخص کو کوئی نہ کوئی کام کرنے پر مجبور کیا جائیگا۔ مگر یہ افراد کے اختیار میں ہوگا کہ کونسا مفید پیشہ اختیار کریں۔ جو لوگ ان پیشوں کو اختیار کرلیں گے وہ نماز تہجد بطریق مذکورہ رات کو مقررہ طویل گھڑیوں میں نہ پڑھ سکیں گے۔ اس لئے قانون میں قدرے ترمیم کردی گئی۔

الغرض اب اپنی سہولت کے مطابق قرآن حکیم پر تدبّر جاری رکھو اور دیکھو کہ اس کے مطابق حکومت کس طرح چلائی جائیگی۔ اس قرآن خوانی کی عملی شکل کیا ہوگی۔ اس کا ذکر اگلی آیت میں آتا ہے۔

وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ:

ایک اہم نکتہ: قرآن کی تعلیم انقلابی ہونے کا ثبوت

یہ آیت نہایت اہم تاریخی چیز ہے۔ یہ بعثت کے دوسرے سال میں نازل ہوئی۔ اس میں آنے والی جنگوں کی طرف نہایت صاف و صریح اور ناقابل تاویل الفاظ میں اشارہ موجود ہے۔ اس سے قرآنی فکر کے انقلابی ہونے کا ناقابل تردید ثبوت ملتا ہے۔ انقلاب اگر سوچے سمجھے ہوئے پائدار اصولوں پر برپا کیا جائے تو اس کے بنیادی فکر میں کبھی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ اگر قرآن حکیم انقلابی تحریک پیدا کرنی چاہتا ہے۔ تو ضرور اس میں لڑنے کا فکر شروع ہی سے موجود ہونا چاہیئے۔ گو لڑنا نہ لڑنا وقتی مصلحت کے مطابق ہوگا۔ یہ آیت اس فکر کی پوری پوری تائید کرتی ہے۔ اور قرآن حکیم کی تعلیم کو ناقابل تردید طور پر انقلابی ثابت کرتی ہے۔ اس آیت میں قتال کا جو فکر پیش کیا گیا ہے۔ وہ پہلا جرثومہ (Germ) ہے جس نے آگے چل کر انفال اور توبہ کی ترتیب اور جامعیت حاصل کرلی

سے انفال اور توبہ قرآن حکیم کی دو سورتیں ہیں جن میں جنگ کا بین الاقوامی قانون تفصیل سے دیا گیا ہے

عدم تشدد طبعی اصول نہیں | زمانہ حال کا یہ سب سے افسوسناک حادثہ ہے کہ عدم تشدد (Non-violence) کو جو انقلاب کی تیاری کے لئے بہترین ذریعہ ہے۔ سیاست کا لازمی اور دائمی جز قرار دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ یہ انسانی سیاست کی قطعی غیر طبعی ترجمانی ہے۔ قرآن حکیم اور اس کی بنیاد حکمت امام ولی اللہ، اس سے قطعاً انکار کرتے ہیں۔ اور قرار دیتے ہیں کہ چونکہ انسان بہیمیت (Anima) اور عقلیت یا ملکیت (Persona) سے مرکب ہے۔ یہ تصور نہیں کیا جاسکتا۔ کہ انسان اجتماعی حیثیت سے اپنی ارتقائی زندگی کے کسی دور میں بھی بہیمیت سے علیحدہ ہو جائیگا۔ اس لئے جنگ اور قتال ——— جہاد ——— جس کے ذریعے سے ملکیت یا عقلیت بہیمیت پر غالب آتی رہیگی انسانی معاشرہ (Society) کا لازمی جز رہیگا۔ انسانیت فقط عدم تشدد (Non-violence) یا مصالحت (Compromise) سے کبھی ترقی نہیں کرسکتی بلکہ ہمیشہ انقلاب (Revolution) سے آگے بڑھتی ہے۔ جس کے لئے تشدد اور عدم تشدد دونوں ضروری ہیں۔

فائدہ:۔ ہماری شرعی اصطلاح میں جہاد کے لئے امیر لشکر اور سامانِ جنگ کی ضرورت ہے۔ یہ اجتماع سے حاصل ہوسکتی ہیں۔ لیکن اگر اجتماع ٹوٹ چکا ہو اور سامانِ جہاد میسّر نہ ہو تو پھر ہمارے فقہا ہر مرد اور عورت کو انفرادی طور پر جہاد کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ یہ ہے **انقلاب**۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ یہ بات انہیں حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسنؒ نے سمجھائی تھی۔ ہماری قوم میں علی گڑھ پارٹی

نے جس طرح جہاد میں سستی برتی ہے وہ نہایت قابلِ افسوس ہے اور مزید براں گاندھی جی کا مستقل عدم تشدد کا نظریہ تباہ کن ہے۔

نبی اکرم صلعم کی مکی اور مدنی زندگی: ایک شبہ کا ازالہ

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی مکی اور مدنی زندگی کا ایک ہی محور تھا ——— انقلاب جس کے لئے قتال لازم ہے۔ لیکن یورپ کے پراپیگنڈہ کرنے والے ہمیشہ لکھتے رہتے ہیں۔ کہ آپؐ مکہ میں مسکینی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ مگر مدینہ پہنچتے ہی حالات کچھ سازگار ہوئے تو (نعوذ باللہ) کھل کھیلے اور قافلے لوٹنے شروع کر دیئے اور رفتہ رفتہ ایک ریاست (State) کے مالک بن بیٹھے۔ چنانچہ مشہور اہل قلم مسٹر جوزف ہل (Joseph Hull) اپنے مقالے "الثقافۃ العربیۃ" (Die Kultur der Arabes) مترجمہ جناب صلاح الدین خدا بخش صاحب ایم۔اے، بی۔سی۔ایل، بیرسٹر ایٹ لاء، پٹنہ) کے صفحہ ۲۲-۲۳ پر لکھتے ہیں کہ:-

> The man who just left Mekka and the man now entered Medina seem to be two different men. The former man an ideal preacher of a perfect religion who for his convictions, cheerfully endured scorn and persecutions and who sought no other destinction than that of being acknowledged a messenger of God. There is no trace of love of power in him—nothing to indicate that he was striving to set up a state organisation at the head of which he wished to preside. Of social reform the one thing that he sought to

achieve in Mekka—supported by the doctrine of unity of God and the day of Judgment reinforced by the joys and horrors of Heaven and Hell—was the widening of the circle of duties beyond the tribe, to all faithfuls alike and to mankind at large in the event of their accepting the true faith.

He left Mekka as a Prophet but entered Medina as the Chief of a community. The "fugitives" constituted a tribe by themselves and as a corporate body were described under the name and style of **Muhajirin.** This change of position created fresh problems, set new tasks but Mohammed was quite equal to the occasion. The Prophet now retires into the background—the diplomatist now comes forward. The Prophetship is now only an ornament of the ruler, an effective weapon establishing, extending, maintaining power".

(یعنی جس شخص نے ابھی ابھی مکّے سے ہجرت اختیار کی اور جو اس کے بعد مدینے میں داخل ہوا۔ ایک نہیں دو جداگانہ اشخاص معلوم ہوتے ہیں۔ پہلا ایک کامل اور مکمّل مذہب کا مبلغ تھا۔ اس نے اپنے اعتقادات اور ایمانیات کے سبب اپنے مخالفین کی طرف سے ہر قسم کا نفرت آمیز سلوک اور طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کیں۔ وہ خدا کا پیامبر مانے جانے کے سوا اور کسی قسم کے امتیاز کا خواہاں نہ تھا۔ قوت حاصل کرنے کا اسے

خواب تک نہ آیا تھا۔ اور یہ ہرگز نظر نہیں آتا کہ وہ اپنے ماتحت کوئی حکومت قائم کرنی چاہتا ہے۔ وہ اہلِ مکّہ سے صرف اتنی اصلاح چاہتا ہے کہ وہ اپنے قبائلی فرائض کے حلقے کو وسیع تر کر کے تمام مسلمانوں کو اس میں شامل کرلیں اور اگر تمام دُنیا کے مسلمان اسلام لے آئیں تو ان سب کو اس حلقے میں لے لیں۔ وہ صرف اس غرض سے اہلِ مکّہ کو توحید کا سبق دیتا ہے اور یومِ آخرت کے عذاب سے ڈراتا ہے۔ اور ثواب کی توقع دلاتا ہے۔

الغرض اس نے مکّہ چھوڑا تو وہ محض ایک نبی تھا۔ اور جب مدینے میں داخل ہوا تو وہ ایک گروہ کا لیڈر تھا۔ جو لوگ ہجرت کر کے اس کے ساتھ آئے تھے اُن کا مہاجرین کے نام سے ایک الگ فرقہ بن گیا۔ اس تبدیلی نے نئے مسائل اور نئے نئے کام پیدا کر دیئے۔ مگر (حضرت) محمد (صلعم) ہر ایک مسئلے کو حل کرنے اور ہر ایک کام کو سر انجام دینے کا اہل تھا۔ اب نبی پس منظر میں چلا جاتا ہے اور اس کی جگہ سیاستدان (Diplomatist) آگے آجاتا ہے۔ اب نبوّت حکمران کے زیور کے سوا اور کچھ نہیں جسے وہ اپنی ریاست قائم کر کے اسے توسیع دینے اور قائم رکھنے میں استعمال کرتا ہے)

دراصل مشنری لوگ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکّی اور مدنی زندگی میں اس قسم کی تفریق کر کے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ مدینے تشریف لے جانے کے بعد آپ کا فکر (Idea) بدل گیا تھا۔ جس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کی تعلیم انقلابی (Revolutionary) نہیں ہے جو اصول

انقلاب کے مطابق نہیں بلکہ حالات کے تابع تبدیل ہوتی رہتی تھی۔ حالانکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ جس کا ثبوت آیت زیر بحث سے مل جاتا ہے۔ مکّی زندگی میں قرآنی جماعت کو بتا دیا گیا تھا۔ کہ آگے چل کر قتال (War) ہوگا۔ چنانچہ اس کے چند سال بعد بدر سے جنگوں کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زندگی کے آخری ایام تک برابر جاری رہا اور ان کا تتمہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانے میں پیش آیا۔ جب قیصر و کسریٰ کے ممالک پر قبضہ کیا گیا۔ اس کے معنی اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم انقلابی تعلیم ہے۔ جس کا فکر (Idea) مکّہ مکرمہ میں پیدا ہوا۔ اور وہیں تکمیل تک پہنچا۔ مدینہ منوّرہ کی زندگی درحقیقت اسی فکر کی توسیع تھی۔ چنانچہ امام الائمہ حضرت امام ولی اللہ "فیوض الحرمین" (ص ۶۷) میں خلافت باطنہ اور خلافت ظاہرہ کی جو تشریح کرتے ہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ خلافت ظاہرہ سے مراد سلطنت ہے۔ اور خلافت باطنہ سے مراد وہ پارٹی ہے جو سلطنت پیدا کرتی ہے۔ یہ خلافت باطنہ مکّہ مکرمہ میں پیدا ہو چکی تھی۔ اسی کو قرآن حزب اللّٰہ قرار دیتا ہے۔

(۵) وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو)

نماز اور زکوٰۃ کا دائمی قانون

تہجد کی معافی کے ساتھ عام نماز معاف نہیں ہوگئی۔ اسے ضرور قائم رکھو۔ یہ تجلّی الٰہی کے ساتھ تعلق قائم رکھنے کا ذریعہ ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ ہے مساکین کی خدمت جس کے لئے زکوٰۃ کا ادارہ قائم کیا گیا ہے۔

مساکین کی خدمت کے لئے اپنی آمدنی میں سے اتنا حصّہ نکالتے رہو کہ ان کا پیٹ بھر جاتے۔ یہ انقلاب کا لازمی جزہے ورنہ غیر انقلابی کیفیت اُوپر بیان ہوچکی ہے۔ یعنی جو لوگ مساکین کی روٹی اور دیگر انسانی ضرورتوں کا مسئلہ حل نہیں کریں گے۔ وہ سزا کے مستوجب ہوں گے۔ حکومت قائم ہوجائے تو مساکین کے کھانے پینے وغیرہ کا منظم انتظام اس کا فرض اولین ہوگا۔ وہ عام مسلمانوں سے زکوٰۃ کا بقدر ضرورت ٹیکس وصول کرکے مساکین پر خرچ کریگی۔ اگر آمدنی کی اس مد سے یہ خرچ پورا ہونا رہے تو اچھا ہے۔ ورنہ دوسری مدّات سے اس کام میں مدد دی جاتے گی۔ اگر دیگر مدّات بھی اس کی کفیل نہ ہوسکیں، تو مزید ٹیکس لگایا جاتے گا۔ مگر یہ اختیار اس حکومت کو ہے۔ جو اپنا حساب قوم کے سامنے پیش کرے۔ اگر وہ دارالشوریٰ میں اپنا حساب پیش نہیں کرتی تو اسے ٹیکس وصول کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ وہ جتنا لیتی ہے ظلم سے لیتی ہے۔

(د) وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا: (اور اللہ کو ادھار دو بطریق احسن)

سرمایہ محدود کرنے کا قانون | زکوٰۃ کے علاوہ یہ قرضہ بھی قرآن کا قانون چلانے والی حکومت کو دیا جاتے گا۔ اور اس سے اس پر سود نہ لیا جائیگا۔ اس کی صورت یہ ہوگی۔ کہ ہر ایک شخص کو اپنا فالتو روپیہ سرکاری بیت للمال میں جمع کرانا ہوگا۔ جہاں سے وہ جب چاہے۔ واپس لے سکتا ہے۔ اور حکومت اس پر اپنی مرضی سے جس قدر چاہے نفع دے سکتی ہے۔ جس کی شرح وغیرہ پہلے سے طے نہ ہوگی یہ نفع دینا نہ دینا اور کس شرح سے دینا یہ سب باتیں حکومت کے اختیار تمیزی

پر چھوڑنا ہوگا۔

آج کل بینک آو انگلینڈ (Bank of England) نے تمام دُنیا پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اس کا نظام سود پر چلتا ہے۔ ہمارے بینک ایسے نہیں ہوں گے۔ ہمارے بینک امدادی بنکوں (Co-operative Societies) کے اصولوں پر ہوں گے جن میں ہلکا سود بھی نہیں لیا جائے گا۔ ان کے چلانے کے لئے سوسائٹی اپنا علیحدہ انتظام کرے گی۔

(ز) وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ:

(تم اپنی جو نیکی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس پالو گے)

انفرادی اور اجتماعی مفاد کا تلازم

تم اپنے اجتماعی فائدے کے لئے جو کام بھی ان اصولوں پر کرو گے وہ ضائع نہیں جاسکتے۔ اگر ان سے براہ راست تمہاری ذات کو فائدہ نہ پہنچا تو تمہاری اولاد کو یا دوسرے عزیزوں کو یا اجتماع انسانی کے کسی فرد کو فائدہ پہنچ جائیگا۔ اور دُنیا میں قومی کاموں سے بڑھ کر بلند تر درجے پر کام کرنے کا حوصلہ دلائیگا۔ اور اس کا جو اثر تمہارے نفس پر مرتب ہوگا وہ آئندہ زندگی میں بھی بالآخر تمہارے لئے مفید ثابت ہوگا۔

(ح) هُوَ خَيْرًا وَّأَعْظَمَ أَجْرًا: (وہ اجر کے لحاظ سے بہت اچھا اور بہت بڑا ہے)

بین الاقوامی کام زیادہ شاندار کام ہے

بیشک تم آج قومی درجے پر کام کر رہے ہو۔ اور یہ کوئی بلند درجے کا کام نہیں ہے۔ لیکن آگے چل کر تم اسی قومی کام کے نتیجے کے طور پر بین الاقوامی کام کرنے کے قابل ہو جاؤ گے جس کا اجر تمہیں اس سے

بہت زیادہ اور نہایت شاندار شکل میں ملے گا پس اعلےٰ درجات حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہو۔

(ط) وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: (اور اللہ سے معافی مانگتے رہو۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا اور بہت رحم کرنیوالا ہے)

قیام ضبط کی ضرورت اس قومی اور بین الاقوامی کام میں کبھی کبھار غلطی ہو جایا کرے تو اسے اصول بنا کر نہ بیٹھ جاؤ۔ بلکہ اصول وہی ہیں جو قرآن حکیم میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ غلطی ہو جائے تو اس کو غلطی سمجھ کر اس سے بازگشت کرو۔ از سرِ نو قرآن کے اصولوں پر قائم ہو جاؤ اور اس طرح اپنی جماعت کا ضبط (Moral Discipline) نہایت مضبوطی کے ساتھ قائم رکھو۔ اس طرح کرتے رہو گے تو غلطیوں کے نتائج سے محفوظ رہو گے۔ جو شخص اعترافِ قصور کر کے بلند درجہ حاصل کرنے کی کوشش میں چل بسا وہ ایسا ہی ہوگا جیسے اس سے کوئی قصور سرزد نہیں ہوا اور اُسے وہی اجر ملے گا جو اس کے بھائیوں کو ملیگا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ اس قسم کی لغزشیں معاف کر دیا کرتا ہے۔ چنانچہ اس کا عام قاعدہ یہ ہے کہ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا (یعنی اگر تم بچتے رہو گے ان چیزوں سے جو گناہوں میں بڑی ہیں تو ہم معاف کر دیں گے تم سے چھوٹے گناہ تمہارے اور داخل کریں گے تم کو عزت کے مقام میں)

خُلاصَةُ الكَلَام

خُلاصَۃُ الکَلام

اس سورت (المزّمل) میں مندرجہ ذیل مضامین آتے ہیں :-

(۱) قرآن حکیم کی تعلیم انقلابی ہے۔ اس لئے اسے خواص و عوام دونوں بیک وقت پھیلایا جائے (آیات ۲-۷)

(۲) اس تحریک انقلابی میں کام کرنے والے صرف خدا پر بھروسہ رکھ کر کام کریں۔ غیر قرآنی نظام والوں سے کسی رعایت و اعانت کی امید نہ رکھیں (۸-۹)

(۳) اس تحریک کا مقابلہ قومی اور بین الاقوامی حلقوں میں سرمایہ پرست اور ملوکیت پرست لوگوں سے پیش آئے گا (۱۱)

(۴) انقلابی جماعت شروع شروع میں تشدد اور جنگ سے پرہیز کریگی۔ البتہ تیاری کے بعد وہ حسب ضرورت لڑ سکتی ہے (۱۰، ۱۱)

(۵) انقلابی جماعت ان خوشحال لوگوں سے جواب طلب کرے گی۔ جو مساکین وغیرہ کی خدمت میں اپنا مال صرف کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ مرنے کے بعد کی زندگی میں بھی اسی اصول پر ہر ایک فرد سے جواب طلبی ہوگی (۱۱تا۱۴)

(۶) انقلابِ عمومی سے پہلے قومی انقلاب لانا ضروری ہے (۱۵)

(۷) ابتدائی کارکنوں (Pioneers) کو قرآن حکیم کا بالاستیعاب (Intensive) مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ گو بعد میں اس قاعدے میں نرمی

کی جاسکتی ہے (آیات ۱۲ تا ۱۴ مع آیت ۲۰)

(۹) اس انقلاب کی بنیاد تعلق باللہ اور تنظیم مساکین پر ہوگی (۲۰)

(۱۰) یہ انقلابی تحریک اصولاً سرمایہ پرستی کی مخالف ہوگی۔ اس لئے سود کو جائز نہ رکھے گی (۲۰)

(۱۱) اس تحریک میں کام کرنے والے ہمیشہ اپنے کام کا جائزہ لیتے رہیں۔ اور غلطیوں کی اصلاح کرتے رہیں اور اس طرح جماعت کا ڈسپلن (Discipline) قائم رکھیں (۲۱)

سُوْرَةٌ مُدَّثِّرْ

بین الاقوامی انقلاب کے اصول

تفسیر سورۂ مدّثّر

بین الاقوامی انقلاب کے اصول

سورۂ مُزّمّل کے ساتھ ربط سورۂ مُزّمّل میں شخصی ـــــ داخلی ـــــ انقلاب کا ذکر تھا۔ اور انفرادی فکر کی اصلاح کی گئی تھی۔ چنانچہ اس میں بالصراحت کہا گیا تھا۔ کہ :-

(۱) قُمِ الَّیْلَ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا

(۲) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا

(۳) وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا

اس تعلیم کے مطابق حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم لوگوں سے انفرادی طور پر ملتے رہے اور اُن کو قرآنی انقلاب سے روشناس کراتے رہے۔ اس عرصے میں کچھ لوگ اس انقلاب کو قبول کر کے آپ کے ساتھ ہو گئے۔ وہ بھی ضمنی طور پر اسی طرح کام کرتے رہے۔ اس کے بعد آپ کو حکم دیا گیا۔ کہ اس انفرادی انقلاب کو اجتماع میں لائیں۔ چنانچہ سورۂ مدّثّر میں حکم دیا گیا ہے کہ :-

(۱) قُمْ فَاَنْذِرْ - (اُٹھ اور لوگوں کو اس آنے والے انقلاب سے ڈرا)
(۲) وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (خدا کی بزرگی کا اعلان کر) اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ قرآنی انقلاب اجتماع انسانی میں آجائیگا۔
(۳) اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ۙ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ - یہ انقلاب تاریخ انسانی کے بہت عظیم الشان واقعات میں سے ہے۔ اور یہ ساری نوع بشر کے لئے ڈراوا ہے۔

اس سے بھی ظاہر ہے کہ اس ڈراوے کو عوام تک پہنچانا مقصود ہے۔ چنانچہ اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے علانیہ تبلیغ شروع کر دی اور آپ عوام کو بیش از بیش تیزی کے ساتھ قرآنی انقلاب کی دعوت دینے لگے۔

سورہ مدثّر کا مضمون | قرآنی انقلاب جامع انسانی انقلاب ہے یعنی انسانیتِ اعلیٰ کے جملہ تقاضے پورے کرنے والا انقلاب ہے۔ اس لئے اس کی بنیاد جن اخلاق پر ہے ان کی طرف شروع کی آیات (۲-۱۰) میں اشارہ کرنے کے بعد اس انقلاب کے مخالفین کی ذہنیت کا تجزیہ (Psychological Analysis) نہایت عمدگی سے کیا گیا ہے (آیات ۱۱-۲۵) اور پھر دکھایا گیا ہے کہ دُنیا میں یہ ذہنیت پیدا ہو جائے تو دوسری زندگی میں اس کا ظہور کس طرح ہو گا۔ (آیات ۲۶-۳۰)

اس کے بعد بتایا گیا ہے۔ کہ قرآن کا عالمگیر انقلاب قومی اور بین الاقوامی منازل میں سے گزرے گا۔ تو اس کی کامیابی کے اسباب کیا ہوں گے (آیات ۲۶-۴۹) اور جو لوگ اسے مان لیں گے ان کی ذہنیت کیسی ہو گی اور جو

نہ مانیں گے ان کی ذہنیت کیسی ہو گی (آیات ۵۰-۵۶)

الغرض اس سورت میں قرآنی انقلاب کے اخلاق اور ابتدائی اصولوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور مخالفین کی ذہنیت کی تشریح کی گئی ہے۔ اور اس انقلاب کی انتہائی کامیابی کی پیشگوئی کی گئی ہے۔

یا اَیُّھَا المُدَّثِّرُ (اے مُدَّثِّر!)

مدّثّر کے معنی | لفظ مُزّمّل کی تشریح کے دوران میں بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ موطا امام مالکؒ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ایک نام اَلْمَاحِیُ بھی ہے۔ جس کے معنی خود حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے بتاتے ہیں۔ کہ یمحو اللّٰہِ بِیَ اَلْکُفْرَ (یعنی میرے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کفر کو محو کرے گا) چنانچہ لغوی طور پر دَثَّرَ کے معنی اَھلکَ[1] (ہلاک کرنا) بیان کئے گئے ہیں جو بالکل اَلْمَاحِیُ کے معنوں کے مرادف ہیں۔ پس مُدّثّر کے معنی ہیں دُنیائے انسانیت سے ہر قسم کا ظلم و جور مٹانے والا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم یہ کام مِلّت حنیفیہ یعنی حضرت ابراہیمؑ کے اصول حیات کے دوبارہ زندہ کرنے سے کریں گے۔ جو آپ کی گھٹّی میں پڑی تھی۔ اور جس کے نمائندے قریش تھے۔

نبی اکرم صلعم کی سیرت پر ایک نکتہ | سیرت نبوی (علیٰ صاحبھا التحیّۃ والسّلام) کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مِلّت حنیفیہ ابراہیمیہ کے قیام کے لئے طبعاً بے تاب تھے۔ آپ کی تربیت بھی قریش کے اونچے گھرانوں میں ہوئی۔ جن

---

[1] المنجد اور الاقرب الموارد

ہیں اس ملّت کی اچھی اچھی باتیں باقی تھیں؎ پھر وہ انقلاب کا زمانہ تھا۔ فارس اور روم آپس میں لڑ رہے تھے اور چاہتے تھے کہ دُنیا کی اقوام کو اپنے قبضے میں لائیں۔ ان سیاسی اور جنگی حالات کا اثر قریش پر بھی پڑ رہا تھا۔ کیونکہ ان کے تجارتی تعلقات ان دونوں ممالک کے ساتھ تھے۔ اور ان ملکوں میں ان کی کافی آمدورفت تھی۔ چنانچہ قریش کا سمجھدار طبقہ سیاسی میلانات کے لحاظ سے تین طبقوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔

(۱) ایک طبقہ قیصر کی طرف مائل تھا۔

(۲) دوسرا طبقہ کسریٰ ایران کی طرف مائل تھا۔

(۳) تیسرا طبقہ ان دونوں سے الگ تھا اور حنیفیت پر قائم تھا۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم طبعاً اس تیسرے گروہ کے سرگرم رکن تھے۔ یہ گروہ اگرچہ اقلیت میں تھا۔ لیکن عرب پر قریش کی سیادت قائم کر کے آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں اس قسم کی قیادت کی طبعی خداداد استعداد بھی موجود تھی۔ آپ کو اس انقلاب میں کامیابی کے لئے جس ہدایت کی ضرورت تھی اور جس کے لئے آپ سرگرداں تھے

؎ یہ خیال غلط ہے کہ قریش اور اہلِ عرب افریقہ کے وحشیوں کی طرح بالکل وحشی لوگ تھے۔ جن میں کوئی انسانی خوبی باقی نہ رہی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ قریش اور اکثر اہل عرب میں ملّتِ حنیفیہ کا اچھا خاصہ حصّہ باقی تھا۔ جیسے آج کل مسلمانوں کی تباہی کے باوجود ان میں اپنے بزرگوں کی بہت سی اچھی باتیں موجود ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھو حجۃ اللہ البالغہ جلد اوّل صد ۱۲۴

(وَوَجَدَكَ ضَالًّا)[عہ] وہ خداوند تعالےٰ نے فراہم کر دی (فَهَدٰى)[عہ]

آپ قرآن حکیم کے ذریعے سے دنیائے انسانیت میں جو انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں اس کا لازمی نتیجہ ہوگا کہ انسانی معاشرہ (سوسائٹی) میں سے ہر قسم کا ظلم خواہ وہ خدا اور بندوں کے تعلقات میں ہو یا بندوں کے باہمی تعلقات میں یعنی روحانی ہو یا اقتصادی سب مٹا دیا جائے گا۔ اور اس کی جگہ خدا کے ساتھ صحیح طریق پر تعلقات قائم کیے جائیں گے۔ اور انسانیت میں معاشیات معاشرت اور اقتصادیات میں ایک نظم جدید پیدا کیا جائیگا۔ اس انقلاب میں کسی خاص قوم یا ملک کی خصوصیت نہ ہوگی۔ بلکہ وسیع ترین معنوں میں عالمگیر اور ہمہ گیر ہوگا۔

اسلام کا جامع انقلاب دُنیا میں اب تک جو انقلابات ہوئے ہیں وہ سب کے سب جزوی انقلابات ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی عالمگیر اور جامع انقلاب نہیں ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری امام انقلاب ہیں۔ جن کی دعوت جامع عالمگیر انقلاب کے لئے ہے۔ اور آپ نے اس جامعیت کا بہترین نمونہ سرزمین حجاز میں قائم کر کے دکھا دیا جسے دُنیا اب تک اس حیثیت سے جانتی اور مانتی ہے۔ آپ کے انقلاب میں اس وقت کی مہذب اقوام کا بیشتر حصّہ آگیا۔ اور سب کو خدمت انسانیت کے ایک نقطے پر جمع کر کے نہ صرف یہ کہ ان کے تعلقات ان کے خالق کے ساتھ درست کر دیئے۔ بلکہ ان کے آپس کے تعلقات بھی درست کر دیئے۔ اب جب کبھی کوئی جماعت جامع بین الاقوامی انقلاب پیدا کرنا چاہے گی اُسے آپ ہی

عہ خدا تعالےٰ نے تجھے سرگرداں پایا۔ عہ پھر ہدایت دی۔

کے نقشِ قدم پر چلنا ہوگا۔ جو جماعت اس لائحہ عمل کے خلاف اور لائحہ عمل لے کر اُٹھے گی وہ یا تو سرے سے ناکام رہے گی یا صرف جزوی طور پر کامیاب ہوگی۔ چنانچہ فرانس۔ جرمنی۔ ٹرکی اور روس کے انقلابات اس اصول کی بیّن مثالیں ہیں۔ ان انقلابوں میں وہ جامعیت نہیں ہے جو حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم کے پیدا کردہ حجازی انقلاب میں تھی۔ جس نے بعد میں قیصر و کسریٰ کو بھی ہضم کر لیا۔

الغرض ہمارے نزدیک اَلْمُدَّثِّر کے معنی ہیں المھلکؒ الکفر یعنی انسانیت میں سے ہر قسم کا کفر (انکار) نکالنے والا وہ انکار خواہ خدا کے حقوق کے متعلق ہو یا انسانوں کے حقوق کے متعلق یہ انقلاب اسے انسانیت میں سے نکال باہر کرے گا۔

اس لفظ میں جو مبالغہ پایا جاتا ہے۔ وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا طبعی اور فطرتی عزم و استقلال ظاہر کرتا ہے۔ جو اس کفر کے خلاف انقلاب برپا کرنے کے بارے میں ان کے دل میں پوشیدہ ہے۔

(۲) قُمْ (اُٹھ)

انقلاب میں اشاعت کی ضرورت | یعنی اے وہ کہ تو دُنیائے انسانیت سے ہر قسم کا ظلم اور کفر مٹانے کا تہیّہ اور پختہ عزم کئے ہوتے ہے۔ ہمت سے ہدایت لے اور محنت سے کام کر۔ اور جن لوگوں تک تیری آواز پہنچ سکتی ہے ان کو انسانی انقلاب کا یہ پیام سُنا دے۔ اور ایسے لوگ تیار کر جو یہ انقلابی تعلیم دوسرے لوگوں تک پہنچا دیں۔ ایسے خاص لوگوں کی مرکزی قوّت رانوں کو

کھڑے ہو کر قرآن حکیم کی تعلیم پر تدبر کرنے ہی سے پیدا ہو سکتی ہے جس کا ذکر سورۂ مُزّمّل میں آچکا ہے۔ چنانچہ تجربے نے ثابت کر دیا کہ اس شبانہ تعلیم نے وہ لوگ پیدا کر دیئے جنہوں نے اس انقلاب کو فارس اور روم تک پہنچا دیا۔ اور پھر آگے وہ لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اسے حبشیوں ترکوں اور ہندیوں تک پہنچا دیا۔ اب پھر یہ انقلاب پہلو بدل رہا ہے۔ اور انشاء اللہ اس کی دعوت ہندوستان سے یورپ کی اقوام تک پہنچے گی۔

فَاَنْذِرْ (اور ڈرا)

قسم قسم کے ظلموں کی وجہ سے انسانیت جس تباہی کے غار کی طرف جا رہی ہے۔ اس سے لوگوں کو خبردار کر دے۔ وہ غافل ہیں اور بے خبر۔ اگر وہ بیدار نہ ہوئے تو وہ اپنے ظلموں کے آپ ہی شکار ہو جائیں گے۔

(۳) وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (اور اپنے پروردگار کی بڑائی بول)

انقلاب کا اصولِ اوّلین: انسانی قانون سے بغاوت — کوئی شخص اپنے گھر میں یا خاندان میں بڑا —— کبیر —— ہوتا ہے۔ کوئی اپنے شہر میں بڑا ہے۔ کوئی اپنی قوم یا شاید بہت سی اقوام میں بڑا مانا جاتا ہے لیکن تو ان میں سے کسی کو بڑا نہ مان۔ بلکہ صرف خداوند تعالےٰ کو بڑا مان —— گھر میں، خاندان میں، قوم میں اور تمام اقوام میں اس کے سوا کسی کو بڑا نہ مان۔ ہر جگہ اسی کی پادشاہی تسلیم کر۔ کوئی ایسی حکومت تسلیم نہ کر جو ایسے قانون کے ماتحت نہ ہو جو تمام انسانیت کے لئے یکساں ہو۔ خدا کی بزرگی کا اعلان ان معنوں میں کر کہ اس کے سوا کوئی کائنات کا مالک اور خالق نہیں۔ اس کا قانون تمام کائنات میں جاری ہے۔

اسی کا قانون نوع انسان میں جاری ہوگا۔ جب تو لوگوں کے سامنے خُدا کی
ہمہ گیر بادشاہی کا اعلان کرے تو کسی سے نہ ڈر۔ بلکہ جو لوگ خداوند قدوس کو
چھوڑکر اوروں کو اپنے اوپر حکمران مانتے ہیں ـــــ مثلاً بزرگ خاندان، سوسائٹی،
پیر، اُستاد، حاکم، پادشاہ ـــــ ان کو خبردار کردے کہ ان کا یہ فعل
انسانیت عامّہ کے لئے مضرت رساں ہے۔ صحیح پوزیشن یہ ہے کہ جو شخص
خاندان، شہر، قوم یا مجمع اقوام میں بڑا ہے وہ اپنے آپ کو خدائے وحدہ لاشریک
ہی کا نائب سمجھے اور صرف اسی حیثیت سے کام کرے۔ یہ وہ روح ہے جو
حنیفیت انسانی سوسائٹی میں پیدا کرنا چاہتی ہے یعنی وہ چاہتی ہے کہ
انسانی معاشرے (سوسائٹی) میں سے ملوکیت (Imperialism) اور
علمی سرمایہ داری (Brahmanism) کا قطعی خاتمہ کر دیا جائے۔ اور ہر شخص کا خدا
کے ساتھ براہ راست تعلق پیدا کر کے اسے انسانیت کا خادم بنا دیا جائے۔

قرآنی سیاست کی تشریح | قرآن حکیم نے اپنا قانون چلانے کے لئے جو سوسائٹی پیدا
کی اس کا نام السابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین
اتبعوھم باحسان رکھا ہے (یعنی مہاجرین اور انصار میں سے سب سے
پہلے ایمان لانے والے لوگ اور وہ لوگ جنہوں نے ان سابقین کی خوبی کے ساتھ پیروی
کی) یہ جماعت اپنے امور کا انتظام کرنے کے لئے اپنے میں سے ایک شخص کو بڑا
مان لیتی ہے۔ اور اسے اپنا امیر قرار دے لیتی ہے۔ یہ امیر ان میں قانونِ الٰہی
کے ماتحت انتظام کرتا ہے۔ لیکن انتظام کی تمام طاقت حقیقت میں خود اس
جماعت کے پاس رہتی ہے۔ یہ ہے وہ سیاست جو قرآن حکیم نے پیدا کی۔

چنانچہ حج کے موقع پر آج تک مسلمان یہ الفاظ کہتے ہیں کہ الحمد والنعمة لك والملك لك لا شريك لك (سب تعریف تیرے ہی لئے ہے۔ اور سب نعمت کا تو ہی مالک ہے۔ حکومت صرف تیری ہی ہے اور اس میں تیرا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے) قرآنی سیاست کے مطابق قوت رہنمائی ان لوگوں میں مرکوز ہوتی ہے۔ جو قرآن سب سے زیادہ جانتے ہیں اور سابقین اولین کی پیروی کرتے ہیں

نبی اکرم صلعم کے لئے مشورہ واجب تھا

امیر ان کے مشورے ہی سے کام کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے کہ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (آل عمران) (اور ان سے تمام معاملات میں مشورہ کر لیا کر اور جب تو پختہ ارادہ کر لے تو پھر اللہ پر بھروسہ کر) علامہ جصاص الرازی الحنفی اس آیت کی ذیل میں لکھتے ہیں کہ یہ مشاورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اختیاری نہ تھی بلکہ واجب تھی۔

حضرت علیؓ کا نظریہ

عن عليؓ قال: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عن العزم فقال مشاورة اهل الرای ثم اتباعهم

(تفسیر ابن کثیر و در منثور عن ابن مردویہ)

یعنی حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آیت قرآنی فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۝ میں "عزم" سے کیا مراد ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ امیر کا اہل الرائے سے مشورہ کرنا اور پھر اس مشورے کا پابند ہونا ہی عزم ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے۔ کہ :-

وَامرھم شوریٰ بینھم (سورہ شوریٰ) (یعنی مسلمان اپنے تمام معاملات میں باہمی مشورے سے کام کرتے ہیں)

حضرت عمرؓ کا نظریہ | حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ لاخلافۃ الا عن مشورۃ (کنز العمال) یعنی خلافت بغیر مشورے کے خلافت نہیں رہتی۔

الغرض رَبَّكَ فَكَبِّرْ کے معنی یہ ہیں۔ کہ انسان کسی دوسرے انسان کو اپنے اوپر حاکم نہ مانے خواہ وہ کوئی ہو۔ یہ حق صرف حق سبحانہٗ تعالےٰ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ (جس بات میں حق سبحانہٗ تعالےٰ کی نافرمانی ہوتی ہو اس میں کسی کی اطاعت انسان پر واجب نہیں ہے) اس لئے تمام حاکم اس کے نائب بن کر اس کا حکم چلا سکتے ہیں اور بس۔

جو جماعت اب حقیقی مالک کے سوا کسی دوسرے کی غلامی میں مبتلا ہوگئی ہو۔ اور اس کا قانون ماننے پر مجبور ہوگئی ہو اس کی حالت، تبدیل کرنے کے لئے سب سے پہلا اصول کار یہ ہے۔ کہ اس کے ذہن میں بٹھایا جائے کہ اس ایک کارسازِ حقیقی کو تمام کائنات اور تمام انسانیت کو قانون دینے والا مان لے۔ کیونکہ وہی ایسے قوانین دے سکتا ہے۔ جن میں افراد۔ جماعات اور اقوام بلکہ ساری نوعِ انسان کے مفادات اور فطرت کا خیال رکھا گیا ہے وہ جماعت ہر ایسی طاقت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دے جو اس منبع قانون کے ماتحت رہ کر ضمنی قواعد (Eye-laws) نہیں بناتی۔

پس انقلاب کا پہلا مثبت نظریہ یہ ہے کہ غیر صالح نظام

(Unhealthy Social Structure) کی جگہ صالح نظام (Healthy Social Structure) قائم کیا جائے۔ جس کی خشتِ اوّلیں یہ ہے کہ خدا تعالےٰ ہی سب سے بزرگ و برتر ہے اور کائنات اور نوعِ انسان کے لئے قانون کا منبع ہے۔

خضوع یا اخبات الی اللہ | حکمت ولی اللٰہی میں اسے خصلت خضوع یا اخبات کہتے ہیں۔ اس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ انسان اپنے آباء و اجداد، مرشدین معلمین اور صالح حکام کی تعظیم کرتا ہے۔ اور جب ان کے سامنے جاتا ہے تو اپنے قلب میں ایک قسم کا عجز اور ان کے لئے ایک خاص قسم کی محبت اور عزت کے جذبات پاتا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ وہ بزرگ مجھے کوئی حکم دے تو میں فوراً اس کی تعمیل کر کے اسے خوش کروں۔ اس احساس کا نام اخبات ہے۔

اس جذبے کا نفسیاتی تجزیہ | اگر انسان کائنات کی ساخت پر غور کرے اور اس کے عجائبات پر فکر و تدبّر کرے تو وہ خدا تعالےٰ کے لئے اپنے دل میں خضوع کا جذبہ محسوس کرتا ہے جس میں وہ کسی کو شریک کرنا نہیں چاہتا۔ اب وہ اپنے آباء و اجداد، مرشدین و معلمین اور صالح حکام کی اطاعت کو بھی اسی خضوع کے ماتحت لے آتا ہے۔ مثلاً وہ دیکھتا ہے کہ میرے بزرگوں کا حکم خدا تعالےٰ کے حکم کے مطابق ہے تو اس کی اطاعت کرتا ہے اور اگر اسے خدا تعالےٰ کے حکم کے خلاف پاتا ہے تو اطاعت نہیں کرتا۔ ایسے ہی وہ اپنے بادشاہوں اور حاکموں کے حکموں کو جانچتا ہے۔ ان کی اطاعت اسی حد تک کرتا ہے جس حد تک وہ خدا تعالےٰ کے احکام کے خلاف نہ ہوں۔ وہ اپنے بزرگوں اور حاکموں

کی اطاعت اور نافرمانی کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

یہ اخبات الی اللہ انسانیت کا ایک طبعی جذبہ ہے۔ اور انسان کا ایک بنیادی خلق ہے۔

وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ (اور اپنا لباس پاک رکھ)

لباس کی پاکیزگی | اس انقلاب کے لئے کوئی خاص نشان (Emblem) یا وردی (Uniform) کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بین الاقوامی انقلاب ہے جو ہر قوم میں ظاہر ہوگا۔ البتہ ایک شرط ہے۔ وہ یہ کہ لباس پاک ہو اور اخلاق کی پاکیزگی میں مدد دینے والا ہو۔

اس کا نتیجہ | لباس کی پاکیزگی بدن اور بیرونی ماحول کی پاکیزگی کو چاہتی ہے۔ بدن انسانی بعض چیزوں کو طبعاً نجاست میں تبدیل کر دیتا ہے جیسے بول و براز ان غلاظتوں سے نفرت کرنا بھی انسان کا طبعی خاصہ ہے۔ انسان ان نجاستوں سے پاک ہو کر ایک قسم کی فرحت اور انبساط اپنے نفس کے اندر پاتا ہے۔ اِس احساس کا نام طہارت ہے۔ جو حکمت ولی اللّٰہی میں انسانیت کا ایک بنیادی خُلق ہے۔

نفسیاتی نجاستوں سے اجتناب | اسی طرح انسان نفسیاتی غلاظتوں یعنی جوشِ غضب، بھوک۔ پیاس اور دیگر شہوات وغیرہ سے طبیعت کو پاک کر لے تو بھی ایک قسم کا سکون اور سرور محسوس کرتا ہے۔ جو ان حالتوں کی موجودگی میں نہیں ہوتا ایسے ہی بُرے کلام، بُرے فکر اور بُرے فعل سے صحت مند انسان کو طبعی انقباض محسوس ہوتا ہے۔ جسے وہ صحت مزاجی کے لئے دُور کرنا ضروری سمجھتا ہے۔

اس کا نتیجہ | انسان خلق طہارت میں کمال حاصل کرلے تو وہ عالم مثال کی قوتوں سے ملحق ہوجاتا ہے۔ اور اپنے نفس میں ایک قسم کی مستقل مسرت محسوس کرتا ہے۔ اس سے اخبات الی اللہ کو تقویت ہوتی ہے۔

انقلاب صالح کی دوسری بنا | لباس کی پاکیزگی جیسے اوپر بیان کیا جاچکا ہے بدن اور ماحول کی پاکیزگی کو ضروری قرار دیتی ہے۔ پس جو جماعت انقلاب قائم کرنے کی کوشش کرے وہ اس سہ گانہ پاکیزگی کو لازم جانے۔ تمام ترقی کرنے والی جماعتیں طہارت کی عامل ہوتی ہیں۔ اور جب وہ طہارت کے بلند مقام سے گر جاتی ہیں تو ارتجاع (Reaction) میں مبتلا ہوجاتی ہیں۔

قومی پیمانے پر پاکیزگی کا التزام قومی مزاج کی صحت کی علامت ہے۔

(۵) والرجز فاھجر (اور گندگی سے دور رہ)

باطنی پاکیزگی | ظاہری پاکیزگی کے ساتھ باطنی پاکیزگی کا بھی خیال رکھ۔ اس ناپاکی سے بھی نفرت کر۔

امام الائمہ کے نزدیک برائی ـــــ اِثم ـــــ کا معیار شخصی نہیں بلکہ نوعی تقاضا ہے۔ برائی وہ فعل ہے جسے عام تندرست انسانیت قبول کرنے سے انکار کردے۔ چنانچہ امام ولی اللہ سعادۃ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :۔

اعلم أن للانسان کمالا تقتضیہ الصورۃ النوعیۃ وکمالا یقتضیہ موضوع النوع من الجنس القریب والبعید و سعادتہ التی بضرہ فقدھا ویقصدھا اھل العقول

المستقیمۃ قصداً مؤکداً ھو الاول (حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص۵۰)

(یعنی واضح رہے کہ انسان میں دو قسم کے کمالات ہو سکتے ہیں۔ ایک تو وہ جو اس کی صورت نوعیہ کے تقاضے سے پیدا ہوا سو دوسرے وہ جو اس کی جنس قریب (یعنی حیوانیت) اور جنس بعید (یعنی جمادیت) تقاضا کرتی ہے لیکن سعادۃ جس کی عدم موجودگی سے انسان کو نقصان پہنچتا ہے۔ اور جسے ہر صاحب عقل سلیم حاصل کرنے کی پوری پوری کوشش کرتا ہے۔ وہ اول الذکر ہے (یعنی نوعی تقاضے کے مطابق)

پس شقاوت (بدبختی اور برائی) وہ ہو گی جو انسان کے نوعی تقاضے کے خلاف ہو اسے قرآن حکیم کی اصطلاح میں منکر قرار دیا گیا ہے انسانیت کے اندر یہ برائی۔ خواہ شہنشاہیت (Imperialism) کے ذریعے سے آئی ہو یا نازیت (Nazi-ism) کے ذریعے سے یا کسی اور ازم (-ism) کے ذریعے سے۔ اسے قبول کرنے سے یکسر انکار کر دینا انقلاب برپا کرنے والی جماعت کے لئے لازم ہے۔

انقلاب صالح کی تیسری مد پس انقلاب برپا کرنے والی پارٹی کے پروگرام کی تیسری مد (Item) یہ ہے کہ وہ غیر صالح نظام کی روح کو بھی قبول نہ کرے۔ حکمت ولی اللہی کی اصطلاح میں اسے سماحت کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام الائمہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ :-

اصل ایں ہمہ خصلت (یعنی شعبہ ہائے سماحت کہ مذکورہ شدہ۔ ناقل) یک چیز است و آں غالب بودن راتے کلی بر دواعی خسیسہ بہیمیہ و از

مباشرت اشباح و شعب این خصال الخ (همعات : ھمعہ ۱۷)
(یعنی سماحت کے تمام شعبوں کی اصل بنیاد ایک چیز ہے۔ اور وہ یہ
کہ بہیمیت اور اس کی تمام شکلوں پر انسان کے نوعی تقاضے (رائے
کلی) غالب رہیں)

(۶) ولا تمنن تستکثر (اور ایسا نہ کر کہ احسان کرے اور بدلہ زیادہ چاہے)

انتفاع کا امتناع | جب تو کسی پر احسان کرے تو اپنے حق سے زیادہ معاوضہ طلب نہ کر۔ یہ خلق عدالت کے منافی ہے۔ مثلاً یہ جائز نہیں کہ تو ان کو جو تعلیم دیتا ہے اس کا اجر طلب کرے۔ اور اپنے لئے مال و دولت جمع کرے۔ اپنے کسی مزدور کو چار آنے دے کر اس سے دس آنے کا کام لینا انسانیت سے گری ہوئی بات ہے۔ آج سرمایہ دار طبقہ اپنی آمدنی میں محتاجوں کا حق سمجھنا ہی نہیں بلکہ وہ مزدوروں کو اسی کا احسان جتاتا ہے۔ کہ اس نے مزدوروں کو کام پر لگا رکھا ہے۔ اور انہیں بھوکوں مرنے سے بچاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ مزدوروں کو صرف اتنی خوراک دیتا ہے جس سے وہ مریں نہیں اور سرمایہ پرست کے سرمائے میں اضافہ کرنے کے لئے زندہ رہیں۔ کوئی انقلابی جماعت اس قسم کے ظلم کو برداشت نہیں کر سکتی۔ اس لئے دوسرے انسان کی محنت سے ناجائز فائدہ اُٹھانا اور قدر زائد (Surplus Value) پیدا کرنا تو ایک طرف رہا۔ ایسا احسان کرنے کی بھی ممانعت کر دی جس کا بدلہ زیادہ لینے کی خواہش ہو۔

انقلاب کا بنیادی اصول | انقلابِ صالح کا بنیادی اصول یہ ہے۔ کہ انسانیت کو ظلم و ستم سے محفوظ کر کے اس میں رفاہِ عامہ کے ادارے قائم کئے جائیں نہ کہ

اپنے انتفاع (Exploitation) کا صیغہ کھول لیا جائے۔ اگر باپ اپنے بیٹے سے یا اُستاد اپنے شاگرد سے حد سے زیادہ کام لینے لگ جاتے گا۔ تو بیٹا یا شاگرد نافرمان ہو جائے گا۔ ایسے ہی اگر حکومت رعایا سے حد سے زیادہ فائدہ حاصل کرنا شروع کر دے گی تو سلطنت درہم برہم ہو جائیگی۔

سرمایہ پرستانہ نظام کی بربادی کے اسباب۔ شاہ ولی اللہ کے نظریات

کسی نظام حکومت کی بربادی کے عموماً دو ہی سبب ہوا کرتے ہیں یعنی حکام کی عیاشی اور کام سے گریز اور ٹیکسوں کی بھرمار۔ چنانچہ حجۃ الاسلام امام ولی اللہ دہلوی ؒ فرماتے ہیں کہ:۔

وغالب سبب خراب البلدان فی هذا الزمان شیئان أحدهما تضییقهم علی بیت المال بأن یعتادوا التکسب بالأخذ منه علی أنهم من الغزاة أو من العلماء الذین لهم حق فیه او من الذین جرت عادة الملوك بصلتهم کالزهاد والشعراء او بوجه من وجوه التکدی ویکون العمدة عندهم هو التکسب دون القیام بالمصلحة فیدخل قوم علی قوم فینغصون علیهم ویصیرون کلاً علی المدینة، والثانی ضرب الضرائب الثقیلة علی الزراع والتجار والمحترفة والتشدید علیهم حتی یفضی الی اجحاف المطاوعین واستئصالهم والی تمنع اولی باس شدید وبغیهم۔

وانما تصلح المدينة بالجباية اليسيرة واقامة الحفظة بقدر الضرورة فليتنبه اهل الزمان لهذه النكتة۔ والله اعلم (حجۃ اللہ البالغہ جلد اول صہ۴۵)

یعنی آج کل جو شہر برباد ہو رہے ہیں تو اس کے دو بڑے سبب ہیں :۔

(۱) ناحق مال بٹورنا | لوگ سرکاری بیت المال کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور مختلف بہانوں سے روپیہ اینٹھتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ہم سپاہی ہیں ہمیں پنشن ملنی چاہیئے۔ یا ہم زمرۂ علماء سے ہیں ہمیں کوئی جاگیر وغیرہ ملنی چاہیئے یا وہ لوگ زاہد اور شاعر کی حیثیت سے آتے ہیں جن کو صلہ دینا بادشاہوں کی عادت میں داخل ہے یا اسی قسم کے اور بہانے بناتے ہیں۔ اور اس طرح وہ بیت المال میں سے روپیہ حاصل کرتے ہیں۔ وہ بیت المال سے مشاہرے تو حاصل کرتے ہیں لیکن اسکے عوض میں کام کوئی نہیں کرتے۔ رفتہ رفتہ اس قسم کے لوگوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور پھر وہ ایک دوسرے کے لئے تنگی کا باعث ہو جاتے ہیں اور شہر پر بار بن جاتے ہیں۔

(۲) گراں بار ٹیکس | شہروں کے برباد ہونے کا دوسرا سبب یہ ہوتا ہے کہ حکّام کاشتکاروں، تاجروں اور پیشہ وروں پر بھاری ٹیکس لگاتے ہیں اور ان کی وصولی کے لیئے انہیں بہت تنگ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جو لوگ بخوشی ٹیکس ادا کرتے ہیں ان کا استیصال کر ڈالتے ہیں اور جو لوگ سخت ہوتے ہیں وہ ٹیکس ادا کرنے سے انکار کر دیتے ہیں اور

بغاوت اختیار کر لیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ شہر آسان ٹیکسوں اور ضرورت کے مطابق محافظین کار مقرر کرنے ہی سے اجھارہ سکتا ہے۔ ہمارے زمانے کے لوگ اس نکتے سے تنبیہ حاصل کریں۔

ایک اور جگہ رومی اور ایرانی ملوکیتوں کی حالت قلمبند فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

کسریٰ و قیصر کی تباہی کی مثال | اعلم ان العجم والروم لما توارثوا الخلافة قرونا کثیرة وخاضوا فی لذة الدنیا ونسوا الدار الآخرة واستحوذ علیهم الشیطان تعمقوا فی مرافق المعیشة وتباهوا بها وورد علیهم حکماء الآفاق یستنبطون لهم دقائق المعاش ومرافقه فمازالوا یعملون بها ویزید بعضهم علی بعض ویتباهون بها حتی قیل انهم کانوا یعیرون من کان یلبس من صنادیدهم منطقة او تاجا قیمتها دون مائة الف درهم اولا یکون له قصر شامخ وآبزن وحمام وبساتین ولا یکون له دواب فارهة وغلمان حسان ولا یکون له توسع فی المطاعم وتجمل فی الملابس وذکر ذلك یطول وما تراه من ملوك بلادك یغنیك عن حکایاتهم فدخل کل ذلك فی اصول معاشهم وصار لا یخرج من قلوبهم الا ان

تمزع وتولد من ذلك داء عضال دخل فى جميع اعضاء
المدينة وآفة عظيمة لم يبق منهم احد من اسواقهم
ورستاقهم وغنيهم وفقيرهم الا قد استولت عليه
واخذت بتلابيبه واعجزته فى نفسه واهاجت
عليه غموما وهموما لا امر حباء لها وذلك ان تلك
الاشياء لم تكن لتحصل الا ببذل اموال خطيرة ولا تحصل
تلك الاموال الا بتضعيف الضرائب على الفلاحين
والتجار واشباههم والتضييق عليهم فان امتنعوا
قاتلوهم وعذبوهم وان اطاعوا جعلوهم بمنزلة الحمير
والبقر يستعمل فى النضح والدياس والحصاد ولا تقتنى
الا ليستعان بها فى الحاجات ثم لا تترك ساعة من
العناء حتى صاروا لا يرفعون رؤسهم الى السعادة
الاخروية اصلا ولا يستطيعون ذلك وربما كان
اقليم واسع ليس فيهم احد يهمه دينه ولم يكن ليحصل
ايضا الا بقوم يتكسبون بتهيئة تلك المطاعم والملابس
والابنية وغيرها ويتركون اصول المكاسب التى
عليها بناء نظام العالم وصار عامة من يطوف عليهم
يتكلفون محاكاة الصناديد فى هذه الاشياء والا لم
يجدوا عندهم حظوة ولا كانوا عندهم على بال وار

جمھور الناس عیالا علی الخلیفۃ یتکففون منہ تارۃ علی انھم من الغزاۃ والمدبرین للمدینۃ ینزسمون برسومھم ولا یکون المقصود دفع الحاجۃ ولکن القیام بسیرۃ سلفھم، وتارۃ علی انھم شعراء جرت عادۃ الملوک بصلاتھم، و تارۃ علی انھم زھاد وفقراء یقبح من الخلیفۃ ان لا یتفقد حالھم فیضیق بعضھم بعضا وتوقف مکاسبھم علی صحبۃ الملوک والرفق بھم وحسن المحاورۃ معھم والتملق منھم وکان ذلک ھو الفن الذی تتعمق افکارھم فیہ وتضیع اوقاتھم معہ (حجۃ اللہ البالغہ ص۱۰۵-۱۰۶)

ایرانیوں اور رومیوں کی عیاشی جب ایرانیوں اور رومیوں کو حکومت کرتے صدیاں گزر گئیں اور دنیوی تعیش کو اُنھوں نے اپنی زندگی بنا لیا اور آخرت تک کو بھلا بیٹھے اور ان پر شیطنت غالب آگئی تو اب انکی زندگی کا حاصل یہ بن گیا کہ وہ عیش پسندی میں منہمک ہو جائیں۔ چنانچہ ان میں ہر ایک شخص دادِ عیش دینے لگ گیا۔ اور اس پر اترانے لگا۔ یہ دیکھ کر دنیا کے ہر گوشے سے علماء اور حکماء۔ ان کے ارد گرد جمع ہونے لگ گئے جو ان کے لئے سامان عیش مہیا کرنے کے لئے عجیب عجیب دقیقہ سنجیوں اور نکتہ آفرینیوں میں مصروف نظر آنے لگے۔ اور اس سلسلے میں ایک دوسرے پر فوقیت حاصل کرنے کی کوشش اور ان ایجادوں پر فخر کرنے لگے حتیٰ کہ ان امرا اور سرمایہ داروں کا یہ حال ہو گیا کہ جس کسی کے پاس

ایک لاکھ درہم سے کم مالیت کا پٹکا یا ٹوپی ہوتی تھی اسے بخیلی کا عار دلایا جاتا تھا۔ ایسے ہی انہوں نے عالی شان سر بفلک محل آبزن اور حمام بے نظیر پائیں باغ سواری کے نمائشی جانور۔ خوبصورت غلام اور حسین باندیاں اپنی زندگی کے لئے لازم قرار دے لیں۔ اور زندگی کی ضرورت اصلی اسے سمجھ لیا کہ صبح و شام عیش و نشاط کی محفلیں ہوں۔ جن میں طرح طرح کے کھانے وسیع دستر خوانوں پر چنے ہوں اور خود لباس فاخرہ پہنے ہوتے ہوں۔

اٹھارھویں صدی کی دِلّی کی حالت

الغرض ان ملوکِ ایران و روم کی یہ داستان پاستان کہاں تک بیان کی جاتے۔ تم اپنے زمانے کے پادشاہان دہلی کی جو حالت دیکھتے ہو وہی ان ملوک ایران و رومہ کی حالت کا قیاس کرنے کے لئے بالکل کافی ہے۔

ان ملوک و امرا۔ کی زندگی کے یہ طور طریقے رفتہ رفتہ عوام کے نظامِ معاش کے اصل اصول بن گئے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ سوسائٹی میں سے ان خرابیوں کا استیصال ناممکن ہوگیا۔ اس کی یہی ایک صورت باقی رہ گئی۔ کہ ممکن ہو تو یہ چیزیں کھرچ کھرچ کر لوگوں کے دلوں میں سے نکال ڈالی جائیں۔ پادشاہوں اور امیروں کی اس طرح عیاشانہ زندگی بسر کرنے سے بہت سے خطرناک امراض پیدا ہوگئے جو حیاتِ معاشری (Social Life) کے ہر شعبے میں داخل ہوگئے اور یہ حالت ایسی ہمہ گیر ہوگئی کہ وبا کی طرح ساری مملکت میں سرایت کرگئی۔ اور اس سے نہ بازاری بچا نہ دہاتی۔ نہ امیر محفوظ رہا نہ غریب۔ یہاں تک کہ ہر شخص

اس کی خرابیاں دیکھ کر مگر علاج نہ پا کر عاجز آگیا۔ اور بے حد و نہایت مالی مصائب میں مبتلا ہو گیا۔

ٹیکسوں کی بھرمار اس ہمہ گیر مالی مصیبت کا سبب یہ تھا کہ یہ سامانِ عیش کثیر دولت صرف کئے بغیر حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ اور یہ مال خطیر کاشتکاروں اور تاجروں وغیرہ پر نئے ٹیکس لگانے اور پہلے کے لگے ہوئے ٹیکس بڑھانے کے سوا حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ پھر ان لوگوں کو طرح طرح سے تنگ کر کے ٹیکس وصول کئے جاتے تھے۔ اور اگر ٹیکس دینے سے انکار کرتے تو ان کے خلاف فوجی کارروائی کی جاتی اور انہیں گرفتار کر کے طرح طرح سے عذاب دیا جاتا تھا اور اگر وہ اطاعت شعاری کے ساتھ ٹیکس ادا کرتے رہتے۔ تو ان سے ٹیکس وصول کرتے کرتے ان کو گدھوں اور بیلوں کے درجے پر پہنچا دیا جاتا۔ جن سے آبپاشی، فصل کاٹنے اور گاہنے کا کام لیا جاتا ہے۔ اور جن کو صرف اس لئے زندہ رکھا جاتا ہے کہ ان سے حاجت براری کی جاتی ہے۔

عوام کی حالت اس تنگ حالی اور بے سرو سامانی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ عوام ٹیکس ادا کرنے اور اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے کمانے کے سوا اور کوئی کام کر ہی نہیں سکتے۔ چہ جائیکہ سعادتِ اُخروی کے متعلق کچھ سوچ سکیں۔ اور رفتہ رفتہ ان میں اس طرح فکر کرنے اور سوچنے کا مادہ ہی فنا ہو جاتا ہے۔ اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ملک کے ملک میں ایک شخص بھی ایسا نہیں رہتا کہ وہ مادی اسباب کے

حصول سے اوپر نظر اُٹھا کر غیر مادی کائنات کے اصولِ حیات کے مطابق بھی کوئی حرکت کر سکے۔

انسانی معاشرہ پر خطرناک اثر | اس فاسد معاشی نظام میں سامان عیاشی جہاں مال خطیر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے وہاں ان کے حصول کے لئے یہ بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ بعض لوگوں کو ان عیاشیوں کے لئے طرح طرح کے کھانے اور عیاشی میں مدد دینے والی دوائیں تیار کرنے اور لباس فاخرہ ایجاد کرنے اور عالیشان محلات بنانے کے پیشے اختیار کرنے پڑتے ہیں جن کی وجہ سے پیشے رہ جاتے ہیں۔ جن پر انسانی معاشرے (Human Society) کی ہستی کا مدار ہے۔

یہ مصیبت صرف بادشاہوں اور امیروں کے طبقے ہی میں بند نہیں رہ جاتی بلکہ رفتہ رفتہ عوام جن کا واسطہ ان امیروں سے پڑتا ہے اپنے امیر آقاؤں کی ریس کرنے لگ جاتے ہیں۔ ورنہ انہیں ان آقاؤں کی نگاہوں میں عزت و احترام نصیب نہیں ہوتا اور نہ ان کے درباروں میں قدر ہوتی ہے۔

بیکاری کی مصیبت | اس طرح رفتہ رفتہ امیر و غریب سب لوگوں کا بار کفالت بادشاہ پر آ پڑتا ہے۔ اور وہ اس سے روزینہ طلب کرتے ہیں۔ مثلاً ایک طبقہ تو جہاد کئے بغیر مجاہد باپ دادا کے نام سے وظیفہ خوری کرتا ہے۔ دوسرا طبقہ مدبرین مملکت کے نام سے پل رہا ہوتا ہے حالانکہ وہ خود اس سلسلے میں کوئی کام نہیں کرتے صرف اپنے باپ دادا کے نام

کو کھلتے ہیں۔ ایک گروہ بادشاہ اور امراء کی قصیدہ خوانی کر کے ان کے خوانِ کرم سے زلہ ربائی کرتا ہے۔ کوئی صوفی اور فقیر بن کر دعا گوئی کے بہانے مالی استحصال کرتا ہے۔

پھر ان لوگوں کی تعداد بڑھنے لگتی ہے۔ یہانتک کہ ایک دوسرے کے لئے معاشی تنگ حالی کا موجب بن جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ کسب معاش کے بہترین مفید ذرائع کے بجائے ان لوگوں کا ذریعہ امرا کی مصاحبت اور ندیمی چرب زبانی اور چاپلوسی رہ جاتا ہے۔ اور اب اہل فکر کے افکار انہی "فنون لطیفہ" میں دقیقہ سنجی کرنے میں وقف ہو جاتے ہیں اور وہ انہی میں اپنے اوقاتِ عزیز ضائع کرنے لگ جاتے ہیں۔"

یہ وہ حالت ہے جب دُنیا میں انقلاب آتا ہے اور یہی وہ زمانہ ہے جب قرآن نے انقلاب کی دعوت دی۔

(۷) وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ (اور اپنے رب پر صبر کر)

انقلاب کے لئے استقامت کی ضرورت | صاحبِ اقتدار لوگ جن کے مستقل مفادات (Vested Interests) کو اس "انسانی" پروگرام سے زک پہنچنے کا اندیشہ ہوگا۔ وہ اپنی طرف سے انتہائی کوشش کریں گے کہ تمہیں اس پروگرام سے ہٹا دیں لیکن تم قرآن کے اس بین الاقوامی پروگرام پر ڈٹے رہو۔ ہر مصیبت کا استقلال کے ساتھ مقابلہ کرو اور کسی لالچ یا دھمکی میں نہ آؤ۔ اگر مخالفین تمہیں انقلاب کی تعلیم سے باز رکھنے کے لئے مشروط طور پر حاکم بھی بنانے کے لئے تیار ہو جائیں تو بھی یہ "اعزاز" قبول نہ کرنا اور اگر تمہیں دھمکیاں دیں تو خدا پر بھروسہ رکھ کر کام جاری

رکھنا۔اور اسی کوشش میں لگے رہنا کہ تمہارے رب کا قانون نافذ ہو۔

خلاصہ | حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو جو حکم دیا گیا تھا کہ قُم فانذر (اُٹھ کر ان لوگوں کو ڈراؤ) اس کی تفصیل ختم ہوگئی۔ اور "ڈرانے" کا مقصد واضح کر دیا گیا۔ یعنی

(۱) خداوند تعالےٰ ہی کو تمام طاقتوں سے بالاتر تسلیم کرو۔

(۲) ہر قسم کی ظاہری طہارت (پاکیزگی) اختیار کرو۔

(۳) اخلاق و اعمال اور خیالات کی پاکیزگی اختیار کرو۔

(۴) انتفاع پسندی سے باز رہو۔

(۵) اللہ اور صرف اللہ پر بھروسہ کرو۔

اس انذار کے معنی یہ ہیں کہ اخلاق اربعہ ــــــ اخبات، طہارت، سماحت اور عدالت ــــــ اختیار کرو۔ ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔ جو لوگ اس انقلاب کی مخالفت کریں گے۔ وہ بچ نہیں سکتے۔

قرآن کے انذر کا نتیجہ | اس انذار (ڈراوے) کے اعلان کے بعد دو قسم کے لوگ ہو جائیں گے:۔

(۱) انکار کرنے والے

(۲) ماننے والے

اب پہلے نہ ماننے والوں کا حال بیان کیا جائے گا۔ اس کے بعد ماننے والوں کی کامیابی کی کیفیت بیان کی جائے گی۔

جو لوگ اس انذار کی مخالفت کرتے ہیں ان کے درجے مختلف ہونگے۔

(۱) ایک آدمی اُسے سُن تو لیتا ہے۔ لیکن وہ اسے سمجھتا نہیں۔ اگر اسے سمجھایا جائے تو مخالفت ترک کر دے گا۔

(۲) دوسرا شخص اسے سمجھتا ہے۔ مگر دیکھتا ہے کہ اگر میں نے اس مسلک کی پیروی کی تو میرے مفادات کو نقصان پہنچے گا۔ اس لئے وہ پوری کوشش کے ساتھ اس انقلاب کی مخالفت کرتا ہے۔ قرآن اسے کافر قرار دیتا ہے۔ اگلی آیتوں میں اس کی تشریح کی گئی ہے۔

(۸) فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ (جب بجایا جائے ناقور رکھو کھلی چیز)

(۹) فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ (تو وہ دن مشکل ہے)

(۱۰) عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ (منکروں کے لئے آسان نہیں)

قیامت اور انقلاب | مفسرین کرام ان آیات کو قیامت پر محمول کر کے خاموش ہو گئے ہیں۔ مگر جیسے "المزمّل" کی تفسیر میں دکھایا جا چکا ہے۔ قیامت کبریٰ سے پہلے دُنیا میں قیامت صغریٰ آئے گی۔ اور وہ یوم انقلاب ہوگا چنانچہ حجاز میں وہ دن آیا تو وہ اس انقلاب کے مخالفوں کے لئے آسان نہ تھا جب ان کے لئے موت کا صور پھونکا گیا تو ابو جہل اور اس کی جماعت کا جو حال ہوا اُس کا اندازہ بدر کی جنگ سے لگایا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی خندق کی جنگ میں مخالفین کو جس طرح راہِ فرار اختیار کرنی پڑی۔ اور جس ذلت و خواری سے پسپائی کی اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جو اس مصیبت میں مبتلا ہوئے (خدا اس مصیبت سے بچائے)

الغرض وہ یوم انقلاب آنے والا ہے۔ جب تک وہ آئے خدا تعالےٰ

پر بھروسہ کر کے استقامت اور استقلال کے ساتھ کام کئے جاؤ اور لڑنے بھڑنے کی طرح نہ ڈالو۔ کیونکہ تیاری کے ایام میں لڑنا اس تحریک کے لئے مضر ہوگا۔

ان آیات کے بین السطور میں یہ صاف نظر آتا ہے کہ وہ دن آنے والا ہے جب اس تحریک کے مخالفین برباد ہو جائیں گے اور ظاہر ہے کہ اس روز یہ مخالفین مسلمانوں کے ہاتھوں برباد کرائے جائیں گے۔ اسی لئے اس سورت میں بھی روز اوّل ہی سے دبی زبان اور مبہم الفاظ میں آنے والی جنگوں کا ہلکا سا تصوّر دے دیا گیا ہے۔ اس فکر کی وضاحت اگلے سال نازل ہونے والی سورت ـــــ اَلْمُزَّمِّل ـــــ میں کر دی گئی۔ اور کہدیا گیا کہ وَ اٰخرون یقاتلون فی سبیل اللّٰہ (علاوہ بریں وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی راہ میں مصروف قتال ہوں گے) اس فکر قتال کی توضیح کے لئے آگے چل کر سورۃ انفال اور سورۃ توبہ نازل ہوتیں۔ جن میں جنگ کا بین الاقوامی قانون تفصیل کے ساتھ دیا گیا ہے۔

بین الاقوامی پروگرام کے مخالفین

بین الاقوامی پروگریم کے مخالفین

سرمایہ پرستانہ ذہنیت کا تجزیہ قرآن حکیم کا یہ عام اسلوبِ بیان ہے۔ کہ وہ رجعت پسند (Reactionary) مخالفین کی ذہنی کیفیت بیان کرنے کے لئے ایک نمونے کا شخص لے لیتا ہے۔ اور پھر اس کی ذہنیت کا تجزیہ کرتا ہے۔ اگلی آیتوں میں قرآنی تحریک انقلاب کے مخالف کا اسی طرح نفسیاتی تجزیہ (Psychological Analysis) کرکے دکھایا گیا ہے۔ تاکہ سمجھدار لوگ انقلاب کی حقیقت کو سمجھ جائیں۔ کیونکہ صحیح کیفیت اور غلط ذہنیت پاس پاس لانے سے انقلاب کی اصل حقیقت اچھی طرح ذہن نشین ہوجاتی ہے۔

(۱۱) ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا (چھوڑ دے مجھے اور اُسے جسے میں نے اکیلا پیدا کیا)

تحریکِ قرآن کا ایک مخالف ہے۔ وہ اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہے۔ ورثے میں اس کا کوئی شریک نہیں، لیاقت میں بھی وہ منفرد ہے۔ وہ اپنے گھرانے میں امیرانہ ٹھاٹھ سے پرورش پاتا ہے۔ (وہ جس قسم کی ذہنیت پیدا کرلے گا۔ وہ آگے بیان کی جائے گی) تم اس کی فی الحال پروا نہ کرو۔ اسے میرے حوالے کردو۔

وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا (اور میں نے اسے پھیلا کر مال دیا)

وہ جوان ہوتا ہے۔ تو تجارت، زراعت اور صنعت و حرفت کے کارخانوں کا مالک ہوتا ہے۔ وہ مادی ترقی میں لیاقت سے کام کرتا ہے تو اُسے خوب مال و دولت سے سرفراز کیا جاتا ہے۔

(۱۳) وَبَنِينَ شُهُودًا (اور بیٹے جو (آنکھوں کے سامنے) موجود رہتے ہیں)

اس کی اولاد اس کے سامنے رہتی ہے۔ کیونکہ اس کے کچھ بیٹے کھیتوں میں کام کرتے ہیں اور کچھ کارخانوں میں لہو پسینہ ایک کر رہے ہیں۔ یہ چوپال یا کلب روم (Club-room.) میں دوستوں کی محفل میں بیٹھا اِدھر اُدھر کی لپوں میں وقت گزارتا ہے۔

(۱۴) وَمَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِيدًا (اس کے لئے بڑی فراخی پیدا کر دی)

وہ اپنے سرمائے کی ترقی سے مطمئن ہے۔ اگر کسی موقعے پر فصل میں غلہ کم ہوتا ہے تو کارخانے سے خوب نفع ہو جاتا ہے۔ اس طرح ایک مد کی کمی دوسری مد سے پوری ہو جاتی ہے۔ اور اس کا نفع بڑھتا رہتا ہے۔

ایک شخص ہے جو اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہے۔ اور ان کا تنہا وارث ہے۔ مال و منال سے سرفراز ہے۔ صاحب اولاد کثیر ہے۔ بہت سی مدات سے آمدنی کا مالک ہے۔ ایسے شخص کی ذہنیت سرمایہ پرستانہ ہو جانا تعجب انگیز نہیں۔ اور ایسا ہی شخص اپنے قبیلے کا سردار یا برادری کا چوہدری بھی بن جایا کرتا ہے

(۱۵) ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ (پھر وہ لالچ رکھتا ہے۔ کہ اور بھی دوں)

باوجود اتنی دولت ثروت کے وہ ننانویں کے پھیر میں ہے۔ اسکی زر دوستی کی یہ حالت ہے کہ وہ ہر وقت متمنی رہتا ہے کہ اس کے سرمایے میں اضافہ ہوتا

رہے اور اس کے مناصب میں ترقی ہوتی رہے۔ یہ اس کی سرمایہ پرستانہ ذہنیت کا صحیح نقشہ ہے۔ وہ صرف اپنے سرمایے اور منصب میں ترقی کا خواہشمند رہتا ہے۔ مزدوروں اور کمیروں کی فلاح کا نام تک نہیں لیتا اور غریب طبقے کو ترقی دینے والی تعلیم کی مخالفت شروع کر دیتا ہے۔

(۱۶) کَلَّا اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا (ہرگز نہیں، وہ تو ہماری آیتوں کا مخالف ہے)

لیکن ایسے مخالف سرمایہ پرست کو ہرگز بڑھنے نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ انقلابی پروگرام (Revolutionary Programme) کا مخالف ہے۔ بلکہ اپنی ارتجاعی جماعت (Reactionary Party) کا رہنما بن کر اس بین الاقوامی انقلاب کی تحریک کی مخالفت میں زور لگائے گا۔ لیکن کیا وہ اس انقلاب کے مقابلے میں آ کر کامیاب ہوگا؟ ہرگز نہیں (کلّا) کیونکہ یہ تو اپنے اور اپنی اولاد کے سوا کسی کو لیڈر دیکھ ہی نہیں سکتا۔ حالانکہ انسانیت کا بھلا اس میں ہے کہ جو بہتر ہو وہ انقلاب کا لیڈر بنے۔ یہ دُنیا میں انقلاب کس طرح لائے گا۔ یہ تو اپنے ہی مال و متاع کے بڑھانے کی فکر میں ہے یہ انسانیت کی بہتری کے لئے کچھ صرف کرنا جانتا ہی نہیں - یہ تو بین الاقوامی انقلاب (World Revolution) سے منہ موڑے ہوئے ہے جس کے نشانات صاف نظر آ رہے ہیں (انّہ لاٰیتنا عنیدا)

(۱۷) سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا (اسے چڑھائیوں کا سخت چڑھائی)

سرمایہ پرستانہ ذہنیت کا انجام | ایسا شخص انقلاب صالح کے رہنما (حضرت

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم) کے مقابلے میں کیسے بڑھ سکتا ہے؟ اس کی ہر ایک ترقی، ترقیِ معکوس ہو گی۔ یہ اپنی ارتجاعی پارٹی (Reactionary Party) کے بل بوتے پر نوعِ انسانی کے سب سے بڑے بین الاقوامی لیڈر کو گرا کر ابھرنا چاہتا ہے۔ تو یہ ارتجاعی (Reactionary) اپنے خیال میں اونچا بھی جا رہا ہو گا تو حقیقت میں گر رہا ہو گا۔ جتنا زیادہ اونچا جائے گا اتنا ہی وہ زیادہ شدید عذاب میں مبتلا ہو گا۔ اور مرنے کے بعد جہنّم میں اُسے اس الٹی چڑھائی کی مشق کرنی ہو گی۔ وہ جہنم میں ایک پہاڑی پر چڑھے گا لیکن اس کے پاؤں ترقی کی طرف نہیں جائیں گے۔ بلکہ اوپر چڑھ کر پھر گرتا جائیگا۔ مگر اپنے ذہن میں خیال کرے گا کہ میں چڑھ رہا ہوں۔ وہ جہنّم میں اس خیالی غلطی میں مبتلا رہے گا۔ اور چڑھنے اور گرنے کی مصیبت میں پھنسا رہے گا۔

(۱۸) اِنَّہٗ فَکَّرَ وَقَدَّرَ (اس نے سوچا اور دل میں اندازہ لگایا)

مخالفانہ جانچ پڑتال یہ مخالفِ انقلاب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی تحریک کے متعلق سوچتا ہے اور دل میں اندازہ لگاتا ہے کہ یہ تحریک کن کن منازل میں سے گزرے گی۔ اور کہاں تک ترقی کر سکے گی۔

(۱۹) فَقُتِلَ کَیْفَ قَدَّرَ (کمبخت نے کیا اندازہ لگایا)

اس ارتجاعی نے اس انقلابی تحریک کے متعلق غلط اندازہ لگایا۔ وہ سمجھتا ہے۔ کہ یہ چند قبائلِ عرب میں ایک وقتی ہیجان پیدا کر کے ختم ہو جائیگی۔ لیکن اُسے کیا معلوم کہ یہ محض قبائلی یا قومی تحریک نہیں ہے۔ یہ بین الاقوامی تحریک ہے۔

(۲۰) ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (خدا غارت کرے! کیا سوچا اس نے)

اس نے اس تحریک کے متعلق غلط اندازہ لگایا اور اپنی اس غلطی کی وجہ سے اس دنیاوی زندگی میں اور پھر اس کے جزوِ ثانی ——— اُخروی زندگی میں ——— ناکام ہوگا (مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى (سورہ بنی اسرائیل : ۷۲ (جو اس دُنیا میں کور باطن رہا، وہ دوسری زندگی میں بھی کور چشم ہی اُٹھے گا) اور ناکامی اور نامرادی سے دوچار ہوگا۔ اس کی ارتجاعی تحریک (Reactionary Movement) ناکام رہے گی اور وہ ہلاک ہو جائے گا۔

(۲۱) ثُمَّ نَظَرَ (اس نے پھر نگاہ ڈالی)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انقلابی تحریک کا اندازہ لگانے کے بعد وہ پھر غور سے دیکھتا ہے کہ آیا اس تحریک کا کوئی پہلو میری نظر سے مخفی تو نہیں رہ گیا؟

(۲۲) ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ (پھر اس نے تیوری چڑھائی اور ترش رو ہوا)

وہ اس انقلابی تحریک کے ساز و سامان (ظاہری ضعف اور کمی سرمایہ) کو نظرِ حقارت سے دیکھتے ہوئے تیوری چڑھاتا ہے (عَبَسَ) اور جس طرح ابتدا میں ہر انقلابی تحریک پر لوگ ترشروئی کا اظہار کرتے ہیں یہ بھی اس تحریک پر ترشروئی کا اظہار کرتا ہے (بَسَرَ)

(۲۳) ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ (پھر پیٹھ پھیری اور غرور کیا)

پھر اس تحریک کو کمزور سمجھ کر منہ موڑ لیتا ہے اور اپنے ارتجاعی پروگرام

(Reactionary Programme) کی کامیابی کے خیال سے پھولا نہیں سماتا (استکبر)

(۲۴) فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ (پھر بولا اور کچھ نہیں یہ جادو ہے جو چلا آتا ہے)

مخالفانہ پراپیگنڈہ | اب وہ اس انقلابی تحریک کے خلاف پراپیگنڈا شروع کر دیتا ہے۔ اور جو لوگ اس تحریک کے پروگریم کو قبول کر کے اس نئی پارٹی میں شامل ہو رہے ہیں۔ ان کے متعلق کہتا پھرتا ہے۔ کہ یہ لوگ سحر زدہ ہیں۔ یہ تحریک چونکہ عوام کو اٹھانا چاہتی ہے۔ اس لئے عوام ہی اس میں زیادہ تر شامل ہوتے ہیں۔ ان کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ یہ فلاکت زدہ لوگ ایک خوش آیند مستقبل کے تصور کے سحر میں مبتلا ہیں۔ جو کبھی شرمندہ تصدیق نہ ہوگا۔

(۲۵) اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (اور کچھ نہیں یہ ایک انسان کی بنائی ہوئی بات ہے)

وہ اس انقلابی پروگریم کے خلاف یہ بھی کہتا پھرتا ہے کہ یہ پروگریم الہامی تھوڑا ہی ہے جو انسانیت کے لئے مستقلاً مفید ہو۔ اس کے پیچھے خدائی امداد بھی نہیں ہے۔ کہ یہ ضرور کامیاب ہو۔ بلکہ یہ تو اس انسان (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا خود ساختہ پروگریم ہے۔ جو اس شخص اور اس کے خاندان ہی کے کام آئے گا۔ یعنی یہ شخص اپنے یا زیادہ سے زیادہ اپنے خاندان کے حق میں انقلاب پیدا کر کے بیٹھ جائے گا۔ یہ کہہ کر وہ عوام کو

اس تحریک سے الگ کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ اسے انسانیت عامہ کی تحریک سمجھ کر اس کے ساتھ اپنے مفادات وابستہ نہ کر بیٹھیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ اس انسان کا بتایا ہوا پروگرام ہے۔ اس قسم کا ہم بھی بنا سکتے ہیں۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم دعوے کرتے ہیں کہ ان کی دعوت تمام اقوام میں پھیل جائے گی۔ اور ان سب پر غالب آجائے گی۔ اور یہی اس دعوت کی سچائی کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ یہ خدا کی جانب سے ہے۔ لیکن مخالفین اس تحریک کو ایک عام وقتی تحریک کے طور پر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ عام بات ہے ایسی تحریکیں اُٹھا ہی کرتی ہیں۔ ہم بھی اس قسم کا پروگرام بنا سکتے ہیں۔ یہ مخالف جب اس دُنیا سے کوچ کرے گا تو سیدھا جہنم میں ڈالا جائیگا۔

(۲۶) سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ (عنقریب اسے آگ میں ڈالوں گا)

ارتجاع کا انجام | اس ارتجاعی (Reactionary) کے لئے اس ظلم اور بداخلاقی کی آگ سے بچنا محال ہے۔ جو وہ اپنے لئے پیدا کر رہا ہے۔ وہ اس میں ڈالا جائے گا۔ ایسے ہی انقلاب لانے والی پارٹی اسے دُنیا میں سزا دے گی وہ زندہ رہا تو ان کے ہاتھوں سے بچ نہ سکے گا۔

(۲۷) وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ (اور تو کیا سمجھے کہ آگ کیسی ہے؟)

انسان ابھی اس جہنم کی حقیقت سے واقف نہیں۔

(۲۸) لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ (وہ نہ باقی رکھے نہ چھوڑے)

یہ آگ نہ تو میدان مقابلہ ہی میں رجعت پسندوں (Reactionaries)

کو رہنے دیگی اور نہ آئندہ زندگی میں ان کا پیچھا چھوڑے گی۔

(۲۹) لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ (جھلس دینے والی آدمی کو)

جہنّم کی حقیقت | یہ جہنّم جس میں یہ سرمایہ پرست ڈالا جائے گا عجیب مقام ہے۔ اس کی حقیقت سے انسان ابھی اچھی طرح واقف نہیں ہے۔ اس میں جس آگ سے واسطہ ہوگا وہ انسان اپنے ساتھ اس دُنیا سے لے جاتا ہے۔ جس طرح بدن انسانی کے اندر صفرا، سودا، بلغم، اور خون چار خلطیں ہیں اور ان کی خرابی (سڑاند) سے بدن کے اندر حرارت پیدا ہو جاتی ہے جس سے انسان کا جسم جھلسا جاتا ہے۔ ایسے ہی انسان کے نسمی جسم (Nismic Body) میں جو اس مادی جسم کے اندر پرورش پا رہا ہے۔ انسان کے بُرے اخلاق اور بُرے اعمال کے نتائج جمع ہو رہے ہیں۔ وہ مختلف قسم کے "زہریلے مادے" جو انسان کے بدن میں اکٹھے ہو رہے ہیں۔ جب یہ انسان جہنّم میں جائے گا۔ وہاں وہ خاص خاص قسم کے "آگ" کے ذخیروں کے پاس سے گزرے گا تو جس قسم کا زہر جس قسم کی "آگ" سے متاثر ہو سکتا ہے اس قسم کی "آگ" سے متاثر ہو کر اندر ہی اندر بھڑک اُٹھے گا۔ اور اس کی سوزش درونی کا اثر نسمۂ انسانی پر ظاہر ہوگا۔ چنانچہ سورۂ ھُمَزَہ میں اِس آگ کی طرف اِن لفظوں میں اشارہ کیا گیا ہے:

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ؕ اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۙ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۠

یہ وہ خوفناک حالت ہوگی جس سے بچنے کے لئے انسان سب کچھ کرنے کو تیار ہوگا۔ لیکن وہاں کچھ نہ بن سکے گا۔ اور اُسے اپنے کئے کی پوری

پوری سزا بھگتنی پڑے گی۔ اور جس طرح بدن انسانی کے اندر سے سارا زہر خارج ہوئے بغیر صحت حاصل نہیں ہو سکتی ایسے ہی نسمۂ انسانی میں سے زہریلے اخلاق کا اثرات خارج ہوئے بغیر صحت روحانی حاصل نہ ہو سکے گی۔

پس انسانیت کے مصالح کلیہ (Human Weal) اور رفاہ عامہ (Public Weal) کے مخالفین کے لئے قوانین انسانیت کی خلاف ورزی کرنا معمولی بات نہیں۔ جو لوگ فطرتِ انسانی کی خلاف ورزی کریں گے ان کو یہ آگ جلاتی رہے گی۔

(۳۰) عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ (اس پر انیس ہیں)

ایک نفسیاتی نکتہ انسان کی روح میں انیس مرکز ہیں[1] جن کے ذریعے سے وہ اپنی تکمیل کرتی ہے۔ جو لوگ روحانی سلوک کے عامل ہیں وہ انہیں خوب جانتے ہیں۔ ان انیس[19] مراکز کے مطابق جہنم میں بھی اصلاح کے انیس[19] مراکز ہیں اور ہر ایک مرکز کا ایک جداگانہ "محکمہ" سمجھنا چاہیئے۔ ہر روحانی "مرکز" کی خرابی کی جداگانہ سزا ہو گی۔

---

[1] انیس مراکز یہ ہیں :- (۱-۵) حواس خمسہ ظاہری (۶-۱۰) حواس خمسہ باطنی یعنی حس مشترک واہمہ، متخیلہ، حافظہ اور قوت متخرکہ (۱۱) قلب (۱۲) قوت مدرکہ (۱۳) سر یعنی قلب اور عقل کے بطن (۱۴) روح (۱۵) خفی یعنی بطن السر (۱۶) اخفی یعنی بطن الخفی (۱۷) انانیۃ کبریٰ (۱۸) نور القدس (۱۹) الحجر البحت یعنی انانیت کبریٰ اور نور القدس کا بطن جو تجلی الٰہی کا نمونہ ہے۔ ان کی تفصیل کے لئے حجۃ الاسلام امام ولی اللہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

(۳) (ل) وَمَا جَعَلۡنَآ اَصۡحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً (اور ہم نے دوزخ کے جو داروغے رکھے ہیں وہ فرشتے ہیں)

اس "آگ" کے جو انیس[19] مہتمم ہیں وہ انسان نہیں فرشتے ہیں۔ جن کی قوت کا یہ مخالفین انقلاب اندازہ نہیں لگا رہے ہے۔ چنانچہ پہلی ہی آگ جو بدر کے مقام پر بھڑکی اس میں انسانوں کے دوش بدوش فرشتوں کی مثالی قوتوں نے بھی مخالفین انقلاب کو فنا کر کے رکھ دیا۔

(ب) وَّمَا جَعَلۡنَا عِدَّتَهُمۡ اِلَّا فِتۡنَةً لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا (اور ان کی جو گنتی رکھی ہے۔ تو وہ ان منکروں کے جانچنے کے لئے ہے)

اس تعداد کا ذکر منکرین کے فہم کے امتحان کے لئے ہے کہ آیا وہ اس کی حقیقت کو سمجھ کر اس سے ڈرتے ہیں اور تحریکِ انقلاب کو قبول کرتے ہیں۔ یا مذاق اڑا کر عذاب کے مستحق بنتے ہیں۔

(ج) لِيَسۡتَيۡقِنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ (تاکہ وہ لوگ جن کو کتاب مل چکی ہے یقین حاصل کریں)

لیکن یہ تورات اور انجیل کو ماننے والی جماعت اور ایسے ہی ہر وہ جماعت جس میں الہامی علوم پائے جاتے ہیں۔ جن میں مثالی قوتوں کا ذکر آتا ہے۔ ایسے ہی جو لوگ اس انقلابی تحریک کو دل سے مان چکے ہیں ان کی عقل و دانش اس کی تائید کرتی ہے۔ وہ بھی اس کی تصدیق کریں گے۔ چنانچہ ہندو فلاسفی اور ایرانی حکمت میں بھی ان قوتوں کی طرف اشارے موجود ہیں۔

(د) وَّيَزۡدَادَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِيۡمَانًا (اور جو لوگ اب نئی شریعت پر

ایمان لا چکے ہیں وہ اپنے یقین میں بڑھیں)

اور یہ حکیمانہ اشارے قرآن حکیم کے انقلابی پروگریم پر ایمان کی زیادتی کا باعث ہوں گے اور ان کو اپنے پروگریم کی کامیابی کا اور بھی پختہ یقین ہو جائیگا۔

(ہ) وَلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ (اور وہ لوگ جن کو کتاب دی جا چکی ہے اور وہ لوگ جو اب (اس شریعت پر) ایمان لا چکے ہیں وہ کسی شک میں نہ پڑیں)

پہلی کتابی جماعت کے صحیح علوم رکھنے والوں اور نئی انقلابی جماعت کے ارکان کے دلوں میں اس انقلاب اور دنیوی اور اُخروی نتائج کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ اہل کتاب ایک انقلابی لیڈر ـــــ حضرت موسےٰ علیہ السلام ـــــ کی رہنمائی .... کے نتائج دیکھ چکے ہیں۔ اور اہل عرب ـــــ اُمی گروہ ـــــ جو اس رسول انقلاب کے پیرو بن رہے ہیں۔ وہ بھی اس پروگریم کے متعلق کسی قسم کا شبہ نہیں رکھتے۔

(و) وَلِيَقُوْلَ الآيہ

(اور تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جو لوگ منکر ہیں وہ کہینگے کہ اس تمثیل کے بیان کرنے سے اللہ کا کیا منشا ہے؟)

اس کے برخلاف ایک تو وہ لوگ جن کو اس انقلابی پروگریم کی کامیابی کا پورا یقین نہیں ہے اور ان کے دلوں میں اس کی رفتہ رفتہ بڑھتی ہوئی کامیابی کو دیکھ کر حسد کی بیماری پیدا ہو گئی ہے اور دوسرے وہ لوگ ہیں

جو اس پروگرام کے کھلم کھلا مخالف ہیں کیونکہ یہ پروگرام ان کے خاص مفادات (Vested Interests) کا مخالف ہے۔ یہ دونوں قسم کے لوگ اس انقلابی پروگرام میں کمزوری ثابت کرنے کے لئے اعتراض کرتے ہیں کہ اس انیس کے عدد کے تمثیلی بیان سے کیا غرض ہے؛ حالانکہ انہیں کم سے کم اتنی موٹی سی بات تو معلوم ہونی چاہیئے کہ ہمارے اخلاق اور اعمال کی خرابیوں کے مطابق جہنم میں ان کے علاج کا انتظام ہونا چاہیئے اور جب حکیم علی الاطلاق انہیں بتاتا ہے کہ انیس قسم کے محکمہ ہائے علاج جہنم میں موجود ہیں تو انہیں یقین آجانا چاہیئے کہ یہ درست ہے لیکن یہ مخالفین چونکہ انقلابی ذہنیت نہیں رکھتے۔ اس لئے سوسائٹی کی اصلاح کا فکر ان کے ذہنوں میں آتا ہی نہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ لوگ سوسائٹی کی اصلاح کی طرف مائل نہیں ہوتے اور جو لوگ اس میں انقلاب برپا کرنے کے لئے جان و مال کی قربانی کرنے کے لئے آمادہ ہیں ان کے خلاف صف آرا ہو گئے ہیں۔

(ج) كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ (یوں اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے)

یہ لوگ گمراہ ہو گئے ہیں یعنی انسانیت کی ترقی کی تدابیر سوچنے کے بجائے اِدھر اُدھر کی باتوں میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔ یہ نتیجہ ہے انکی کج فہمی کا ان کی اس شامتِ اعمال کے باعث خداوند تعالےٰ اب ان کو کسی نئی حکمت سے سرفراز نہیں کرے گا۔

قرآن کی انقلابی تعلیم سب کے لئے کھلی ہے۔ ہر شخص اسے قبول

کرکے اصلاح حال کرسکتا ہے لیکن جو اس انقلاب میں حصہ نہ لینا چاہے
اور انیس[19] بیس[20] کی کج بحثیوں میں پڑ جائے تو خدا کی مشیت اسے مزید روشنی
دینا نہیں چاہتی۔ جو روشنی دی گئی ہے اسے استعمال کرکے جو شخص راہ راست
پر چل نکلتا ہے مشیت ایزدی اس کے لئے مزید رہنمائی کا سامان بہم پہنچا
دیتی ہے۔ ورنہ وہ ایک گمراہی سے دوسری گمراہی کی طرف نکلتا چلا جاتا
ہے۔ اور رفتہ رفتہ منزل مقصود سے بہت دُور جا پڑتا ہے۔

(ط) وَيَهْدِي مَنْ يَشَآءُ (اور جسے چاہتا ہے راہ دیتا ہے)

جو لوگ اس انقلابی پروگرام کو قبول کرلینگے مشیتِ الٰہی ان کی مزید دستگیری
کرے گی۔ چنانچہ ایک اور جگہ فرما دیا ہے کہ

الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (جو لوگ
ہماری طرف آنے کے لئے سرگرم سعی ہو جائیں گے۔ ہم ان کو اس راہ
پر چلنے کے لئے کئی راستے کھول دینگے)

یعنی جب کوئی انسان خدا کی طرف چل کھڑا ہوتا ہے تو مشیت الٰہی اس
کی دستگیری کرتی رہتی ہے۔ اور جہاں اس کے راستے میں کوئی پتھر آجاتا ہے
اس کے ہٹانے یا اس کے اِدھر اُدھر سے ہو کر گزر جانے کی راہ بتا دیتی ہے۔
وہ علم اور عمل کی روشنی میں برابر چلتا رہتا ہے۔ اور ہر مشکل سے بچ نکلنے کے
راستے نکالتا رہتا ہے۔ اس طرح قرآن حکیم کی انقلابی تعلیم اپنے ماننے والوں
کی رہنمائی کا باعث بنتی رہتی ہے۔

(ی) وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ (اور تیرے رب

آگے بڑھنے کی دعوت

آگے بڑھنے کی دعوت

(۳۲) کَلَّا (ہرگز نہیں)

ارتجاع غالب نہیں آسکتا | یہ سرمایہ پرست جو تحریکِ قرآنی کی مخالفت کرتا ہے (اَدْبَرَ) خیال کرتا ہے کہ اُس کا مسلک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی تحریک پر غالب آئے گا وہ اس پر اینٹھ رہا ہے (اِسْتَکْبَرَ) یہ اس نے غلط سمجھا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا اور نہ ہو گا (کَلَّا)

وَالْقَمَرِ (قسم ہے چاند کی)

انقلاب کی پہلی منزل عرب پر قبضہ | قرآنی انقلاب کی تدریجی ترقی کو قمر کی روشنی کے بڑھنے پر قیاس کرنا چاہیئے۔ یہ پروگرام مختلف منازل میں سے گزر کر پہلے تو سرزمین عرب میں ہلال سے بدر بن کر چکے گا اور عرب قوم کو بین الاقوامی انقلاب کی سنٹرل کمیٹی (Central Committee) بنا دے گا۔

(۳۳) وَالَّیْلِ اِذْ اَدْبَرَ (اور رات کی جب وہ پیٹھ پھیر لے)

پھر یہ چاندرات گزر جائیگی یعنی قومی انقلاب پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتے گا۔

(۳۴) وَالصُّبْحِ اِذَا اَسْفَرَ (اور صبح کی جب وہ روشن ہو جاتے)

بین الاقوامی منزل | اور اس کے بعد اس عرب پارٹی کی کوششوں سے بین الاقوامی انقلاب کی صبح نمودار ہو گی۔

(۳۵) اِنَّهَا لَاِحْدَی الْکُبَرِ (یہ واقعہ تاریخ انسانی کے عظیم الشان

واقعات میں سے ہے)

رفتہ رفتہ آفتاب عالمتاب کی خواب ربا اور بیدار کن روشنی کی طرح یہ عالمگیر انقلاب بھی ساری انسانیت کو بیدار کر دے گا۔ اور ہر کہ ومہ اس سے فیضیاب ہوگا۔ یہ انسانیت گیر انقلاب (World Revolution) کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ بلکہ یہ تاریخ انسانی کے عظیم الشان انقلابوں میں سے کامیاب ترین انقلاب ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ انقلاب کا آغاز پہلے عرب میں ہوا۔ قریش کی کامیابی سے عرب اس انقلاب میں شامل ہو گئے اور عرب مل کر بین الاقوامی انقلاب کی ایک منزل کے قافلہ سالار بنے۔

(۳۶) نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ (یہ نوع انسان کو ڈرانے والا ہے)

مخالفین کو جنگ میں سزا ملے گی | یہ بین الاقوامی انقلاب کا پروگرام کسی خاص خطۂ زمین یا کسی خاص قوم کے لئے نہیں ہے کہ وہ ملک یا خطہ اس کے ذریعے سے اپنا تفوق (Imperialism) قائم کر کے دوسرے ممالک یا اقوام سے انتفاع (Exploitation) شروع کر دے۔ بلکہ یہ انقلابی تعلیم ساری نوع انسان کے لئے ہے اور جو انقلاب اس کے مطابق پیدا کیا جائے اس میں تمام انسانوں کے مفادات جو اسے تسلیم کر لیں محفوظ رہنے چاہئیں اور جو اسے قبول نہ کریں ان کے ساتھ بھی انصاف سے کام لیا جائے۔ لہٰذا ہر زمانے اور ہر ملک کے خود پرست جابر و ظالم حکمرانوں کو اس انقلابی تعلیم سے ڈرنا چاہئے۔ اور اپنے آپ کو اس کے ماتحت کر لینا چاہئے۔ تاکہ وہ انقلاب کے دنیاوی خطرناک

نتائج اور اخروی عذاب سے بچ جائیں۔

اس آیت میں آنے والی جنگوں کی طرف نہایت لطیف اشارہ بشکل انذار موجود ہے۔ جو اس تعلیم کے انقلابی ہونے کی بیّن دلیل ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان

چنانچہ جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ اپنے خاندان والوں کو اس آنے والے انقلاب کے نتائج سے ڈرائیں تو آپ کوہِ صفا پر تشریف لے گئے۔

فھتف یاصباحاہُ فقالوا من ھذا؟ فاجتمعوا الیہ فقال" اَرَأیتم ان اخبرتکم ان خیلاً تخرج من صفح ھذا الجبل اکنتم مصدّقیّ؟" قالوا "ماجربنا علیک کذباً" فقال" انی نذیر بین یدی عذابٍ شدیدٍ"

آپ نے بلند آواز سے فرمایا۔ یاصباحاہُ (فریاد! فریاد!) لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا یہ کون ہے؟ خیر پھر سب لوگ آپ کے پاس جمع ہوگئے تو آپ نے فرمایا۔ سُنتے ہو۔ اگر میں تمہیں کہوں کہ اس پہاڑ کی جانب سے ایک لشکر نکلے گا۔ تو کیا تم میری بات سچ مان لوگے؟ سب نے کہا ہم نے آج تک تجھے جھوٹ بولتے نہ سُنا نہ دیکھا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ " تو میں تمہیں آنے والے خوفناک عذاب سے ڈراتا ہوں۔"

جن لوگوں نے" آنے والے خوفناک عذاب" سے بچنا چاہا وہ آپ کی جماعت میں شامل ہوگئے۔ اور جو اس میں شامل نہ ہوئے وہ اس عذاب میں مبتلا ہوکر ہلاک ہوئے اور دوسری زندگی میں اس عذاب کے زیادہ شدید تسلسل میں جا پھنسے۔

(۳۷) لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ اَنْ يَتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ (اب یہ تم سے ہر ایک کے لئے ہے کہ وہ آگے بڑھے یا پیچھے ہٹے)

انقلاب میں آگے بڑھو | اب یہ فیصلہ خود تمہیں کرنا ہے کہ تم اس انقلاب کی صف اوّل (Vanguard) میں جگہ لینا چاہتے ہو یا پیچھے رہنے والوں میں شامل ہونا چاہتے ہو۔ یہ فیصلہ انسان کو خود اپنی رائے سے کرنا چاہیے جو شخص اپنی رائے سے انقلابی نہیں بنتا وہ انقلابی نہیں کہلا سکتا۔ انقلاب سمجھنے کے لئے قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جو لوگ اس انقلاب کی صف اوّل میں جگہ لیں گے ان کو تکالیف پیش آئیں گی لیکن آخر کار وہ کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن جو اس تحریک میں حصہ لینے میں پیچھے رہ جائیں گے وہ شکست کھا کر خزیٌ فی الحیوۃ الدنیا و یوم القیمۃ یردون الی اشد العذاب کے مصداق ٹھیریں گے۔ (یعنی دنیاوی زندگی میں سخت ذلّت (غلامی) کا عذاب اور مرنے کے بعد کی زندگی میں اس سے بھی زیادہ شدت کا احساس عذاب) چنانچہ جن لوگوں نے تقدم اختیار کیا ان میں سے صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ اور علی مرتضٰےؓ اور حضرت حمزہؓ اور صہیب رومیؓ ہیں۔ ان کی کامیابی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے، اور جو پیچھے رہے ان میں سے ابوجہل اور ابولہب اور ابولہب کی بیوی وغیرہ ہیں۔ جو دنیا سے ناکام گئے۔ اور مرنے کے بعد ان کی یہ ناکامی اور ان کے دیگر مظالم ان کے ساتھ گئے۔ جنھوں نے ان کے لئے مکمل عذاب جہنم پیدا کر دیا ہے اب آگے بڑھنے والوں اور پیچھے رہنے والوں کا تذکرہ ۴۸ تک چلا گیا

ہے۔ سب سے پہلے ۳۸ میں ایک اصول بیان کیا گیا ہے

(۳۸) کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ رَهِینَةٌ (ہر ایک جاندار اپنے کئے میں پھنسا ہے)

پیچھے رہنے والے برباد کر دیئے جائینگے

انسان کی ساخت ایسی ہے کہ جو کام کرتا ہے اس کی پوری جوابدہی کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا پس جو شخص پیچھے رہے گا۔ اُسے اپنی اس غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اس کی یہ رجعت پسندی (Reaction) اور انقلاب دشمنی اس کے نفس پر ایسی چھا جائیگی کہ وہ اپنی اس ذہنیت کے نتائج سے کبھی چھٹکارا نہ پا سکے گا۔

خداوند تعالےٰ نے انسان کو جو قوتیں عطا فرمائی ہیں وہ اس لئے ہیں کہ اُن کو اُن کی فطرت کے مطابق کام میں لا کر چلا دی جائے۔ جو شخص ان قوتوں کو چلا نہیں دیتا بلکہ غلط کاریوں کے نیچے دبا کر صالح ترقی سے روکتا ہے۔ اسے اس کا نقصان پورا کرنا ہوگا۔ اور عذاب برداشت کرنا ہوگا۔ اس کے یہ ارتجاعی اعمال بے نتیجہ نہ رہیں گے۔

انسان کے اعمال کس طرح محفوظ رہتے ہیں؛ امام ولی اللہ کا نظریہ

حجۃ اللہ علی الارض امام الائمہ امام ولی اللہ محدث دہلوی (انار اللہ برھانہ) فرماتے ہیں کہ :-

اعلم ان الاعمال التی یقصدھا الانسان قصدًا مؤکدًا والاخلاق التی ھی راسخۃ فیہ تنبعث من اصل النفس الناطقۃ ثم تعود الیھا ثم تتشبث بذیلھا و تحصی علیھا (حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۲۸)

(یعنی واضح رہے۔ کہ جس قدر کام انسان اپنے پختہ ارادہ سے کرتا ہے اور جس قدر

اخلاق انسان میں پختہ ہو جاتے ہیں ان کا بیج پہلے تو انسانی روح ہی میں سے
نکلتا ہے اور پھر پھیلنے کے بعد انسانی روح ہی کی طرف واپس آجاتا ہے (چونکہ
نکلنے کے وقت وہ بیج چھوٹا ہوتا ہے۔ اور واپس ہونے تک وہ پھیل چکا ہوتا ہے
اس لئے وہ واپسی میں) روح کے ذہن سے ملحق ہو جاتا ہے اور اسکے ساتھ چمٹ جاتا ہے"۔

گویا ہر شخص کے اعمال اسکے نسمے میں محفوظ رہتے ہیں اور مرنے کے بعد جب مادی بدن اتر جائیگا تو یہ اعمال نہایت واضح شکل میں اُسے محسوس ہونے لگ جائیں گے پس ہر شخص کو اس انقلاب کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہئے تاکہ وہ اپنے قویٰ کو فطری ترقی دے سکے اور ایسی سوسائٹی پیدا کر سکے جس میں رہ کر وہ اچھے اعمال اپنے نسمے کے اندر جمع کر سکے۔

اب ان لوگوں کا ذکر آتا ہے جنھوں نے آگے بڑھ کر کام کیا۔

اِلَّآ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِ (سوائے ان کے جو دائیں طرف والے ہیں)

انقلاب کے پیشرو | جو لوگ دنیا میں قرآن حکیم کا انقلاب برپا کرنے میں سبقت کرتے ہیں وہ سابقین (Pioneers) تو کامیاب ہوتے ہی ہیں انکے علاوہ ان کے دستِ راست بننے والے بھی پیچھے نہیں رہتے وہ بھی کامیاب و کامران ہوتے ہیں اور سند کامیابی اپنے دائیں ہاتھ میں پاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے نفسوں کا حق ادا کیا یعنی اللہ نے جو قوتیں عطا کی تھیں ان کو حق کی راہ میں پوری طرح استعمال کیا۔

ان کے مقابلے میں ایک جماعت اصحاب شمال کی ہے۔ جو ناکام رہتی ہے۔

السابقین اور اصحاب الیمین کی کامیابی کا راز معلوم کرنا ہو تو ان ناکام رہنے والوں کی کامیابی کے اسباب خود ان کی زبانی سن لیں۔ تاکہ کامیاب انقلابی پروگرام کی مدات .... واضح ہو جائیں۔

جو لوگ پیچھے رہ گئے ان کا تذکرہ آگے ۴۸ تک آتا ہے۔

بین الاقوامی پروگرام کی تفصیل

بین الاقوامی پروگرام کی تفصیل

(۴۰) فِیْ جَنّٰتٍ یَتَسَآءَلُوْنَ (وہ باغات میں ہیں پوچھتے ہیں)

(۴۱) عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ (مجرموں سے)

ارتجاع کا نفسیاتی تجزیہ | اصحابِ یمین، جنّت میں پہنچ جاتے ہیں اور مصیبتوں سے نجات پا لیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ غور کرتے ہیں کہ اب جو لوگ عذاب میں مبتلا ہیں وہ کیوں عذاب میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ وہ جہنمیوں سے ان کی ناکامی کے اسباب دریافت کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ :۔

(۴۲) مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ؟ (تم کو اس دوزخ میں کس چیز نے لا ڈالا؟)

تم اس ناکامی کے عذاب میں کس وجہ سے مبتلا ہوئے؟ کچھ سمجھے بھی؟ اس عذاب کو دیکھ کر جس کی خبر تمہیں پہلے دی گئی تھی اب تو سمجھ آ گئی ہوگی؟

فائدہ : جس مجرم کو اس کی سزا ملنے کے وقت یہ علم نہ ہو کہ اسے کس جرم میں سزا مل رہی ہے۔ اسے اس سزا سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ جہنم میں پہنچ کر مجرم خود ہی جان لیں گے کہ انہیں کس کس جرم کی سزا مل رہی ہے۔ سزا اور جرم میں خاص مناسبت ہوگی۔ چنانچہ مجرم اپنے جرائم آپ بتاتے ہیں کہ :۔

(۴۳) قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ (وہ کہنے لگے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے)

(۱) تعلق باللہ کی ضرورت | وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ یعنی سعادتِ انسانی کے اس پروگرام پر عمل نہ کرتے تھے جو اتحادِ فکر، اجتماعیت اور

مساوات وغیرہ بلیسیوں بھلائیاں سکھاتا ہے۔اور جس کا انتہائی معراج تعلّق باللہ ہے۔

یاد رہے کہ انسان کے قلب میں خداشناسی کی جو قوّت مضمر ہے اُسے نماز ترقی دیتی ہے تو انسان کے اندر ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ گویا وہ اس آئینے میں خدا کو دیکھ رہا ہے۔ یہ تجلّی جو اس کے قلب میں اُسے نظر آتی ہے انسانِ کبیر ـــــــ امامِ نوعِ انسانی ـــــــ کے قلب کی تجلّی کا پرتو ہوتی ہے۔ یہاں تک ترقی کر جانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان انسانیت کے تقاضوں کو خدا کا حکم سمجھنے لگ جاتا ہے۔ اور اپنے آپ کو خدا کا یعنی مسکینوں اور کمزوروں کا خادم سمجھنے لگ جاتا ہے۔ جسے کسی دوسرے بندے کے حقوق سلب کرنے کا کوئی حق نہیں ہے پس وہ ہر وقت خدمتِ انسانیت کے لئے تیار رہتا ہے۔ اور اسے خدا کی عبادت کا جزو جانتا ہے۔

اس کی مزید کیفیت سورۂ ماعون میں بیان کی گئی ہے۔ جہاں فرمایا:۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝ (یعنی جو لوگ اپنے یتیموں اور بے کس مسکین ہمسایوں کو (جن کا ذکر ماعون کی ابتدائی آیتوں میں آیا ہے) برتنے کی چیز بھی نہیں دیتے ـــــــ مفت نہیں کہ یہ تو بہت دُور کی بات ہے بلکہ اُدھار ـــــــ وہ اپنی صلوٰۃ (تعلق باللہ) کے مقصد سے غافل ہیں۔ اس لئے اب جو وہ نماز پڑھتے ہیں تو یہ محض دکھاوے کی نماز ہے)

(۴۴) وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ (اور ہم کسی مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے)

(۲) مساکین کی تنظیم کی ضرورت ——— تعلق باللہ ——— | جب ہم اپنے نفس کی ضرورت کو بھلا بیٹھے تو پھر دوسروں کی ضرورت کا بھی احساس ہم میں مردہ ہو گیا نماز کے ذریعے سے اپنے خالق کے ساتھ تعلق نہ جوڑا۔ خدمت خلق کا جذبہ اپنے اندر پیدا نہ کیا۔ دوسروں کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر کرنے کی کوشش نہ کی اور عام لوگوں کی مادی اور عقلی ضرورتیں پوری کرنے کا جتنا سامان ہم کر سکتے تھے وہ نہ کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس عذاب میں مبتلا ہو گئے۔ مسکینوں کو کھانا کھلانے کے معنی یہ نہیں کہ بھک منگے پیدا کئے جائیں بلکہ یہ کہ بیکار لوگوں کو تعلیم اور کام اور کام کے ذرائع بہم پہنچا کر سوسائٹی کے مفید رکن بنایا جائے۔

(۴۵) وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ (اور ہم بحث کرنے والوں کے ساتھ مل کر بحثیں کیا کرتے تھے)

بیکار مباحثے | ہم انسانیت کی خدمت کرنے کے بجائے فلسفیانہ موشگافیوں اور دور از کار بحثوں میں پڑ گئے اور کمزوروں کو کمزور رکھ کر اُن کا خون چوسنے کے فلسفے کے جواز میں بڑی بڑی بحثیں کرنے لگ گئے۔ حالانکہ چاہیے یہ تھا کہ بیکاروں (The unemployed) کو کام پر لگانے کے ذرائع پر غور کرتے۔ اور جو لوگ

ھ ان دونوں آیتوں کے مضمون ——— نماز اور اطعام مسکین ——— کو قرآن حکیم میں اقیموا الصلوٰة وَ اٰتوا الزکوٰة کے جملے کے ذریعے سے سینکڑوں مرتبہ دہرایا گیا ہے۔

خدا سے تعلق جوڑنا بھول گئے ہیں ان کو اس طرف متوجہ کرتے اور انہیں علم دیتے۔

(۴۶) وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ (اور ہم جزاء اعمال کے وقت کا انکار کرتے تھے)

(۳) اعمال کی ذمہ داری سے انکار | یہ سب کچھ اس لئے کرگزرتے تھے کہ ہم اس کمزور محتاج اور مظلوم کی اپیل کے نتائج اور آخری فیصلے کے دن کا یقین نہ رکھتے تھے اور ہم اپنے آپ کو اپنے اعمال کے لئے کسی کے آگے جواب دہ نہ سمجھتے تھے۔ اگر کوئی ہم سے اس ذمہ داری اور جوابدہی کا ذکر کرتا اور یاد دلاتا تو ہم اسے جھٹلاتے تھے۔

(۴۷) حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ (یہاں تک کہ آگئی یقینی بات)

ہم سمجھتے تھے کہ یہ لوگ ہمارے پنجے میں ہیں۔ ان سے جس طرح چاہیں کام لیں۔ اور ہماری اس حالت میں کبھی انقلاب نہ آئے گا۔ لیکن انقلاب تو یقینی تھا۔ مگر ہم اسے یقینی نہ جانتے تھے۔ آخر موت و ہلاکت کے انقلاب نے ہماری آنکھیں کھول دیں۔

(۴۸) فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ (ایسے لوگوں کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت فائدہ نہیں دیتی)

چونکہ فطرت مسخ ہو چکی ہے اور انسانیت کے اصلی جوہر خراب ہو چکے ہیں۔ اس لئے جب تک وہ تمام زہر جو نسے میں گھس گیا ہے۔ خارج نہ کیا جائے ترقی محال ہے۔ اس سلسلے میں کسی کی سفارش بھی کام نہیں دیتی۔

دوبارہ انذار | اب پھر انقلاب کے مخالفوں کو غور و فکر کی دعوت دی جاتی ہے۔ کہ وہ

سوچیں اور سمجھیں اور اس انقلاب کو قبول کریں۔

(۴۹) فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ؟ (پھر کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ اس یاددہانی (قرآن حکیم) سے روگردانی کررہے ہیں)

پہلی آیت میں جو آیا تھا کہ قُمْ فَأَنْذِرْ اس کے مطابق یہ انذار (ڈراوا) ہے۔ اور انہیں یاد دلایا گیا ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ قرآن حکیم کا انقلاب ٹل جائے گا۔ یہ ہوکر رہے گا اور مخالفین کی کوئی طاقت اسے روک نہ سکے گی۔ ان کو چاہئے کہ اسے فوراً قبول کرلیں اور اس سے اعراض کرکے نقصان نہ اٹھائیں۔

(۵۰) كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَةٌ (گویا گدھے ہیں بدکنے والے)

انقلاب کی تمثیل | یہ ارتجاعی لوگ (Reactionaries) آگے بڑھنا شیر کے مُنہ میں جانے کے برابر سمجھتے ہیں

(۵۱) فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ (بھاگتے ہیں شیر سے)

یہ اس آنے والے انقلاب کے تصوّر سے اس طرح ڈرتے ہیں جیسے گدھا شیر سے دہشت کھاتا ہے۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ آخر اس انقلاب سے عوام کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔ تو کیا یہ رُک سکتا ہے؟ پھر مساکین اور یتامیٰ کی حالت کی اصلاح کرنا انسانیّت کا لازمی جزو ہے۔ یہ اس سے کیوں بھاگتے ہیں؟ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ انقلابی تعلیم انسان میں شیری پیدا کر دیتی ہے۔ وہ ہر چیز سمجھتا ہے اور اپنے فیصلے سے آگے بڑھتا ہے ؎

نہ خورد شیر نیم خوردہ سگ　　ور بسختی بمیرد اندر غار

قرآن حکیم ان کو خود سوچنے کی دعوت دیتا ہے۔ اس سے اعراض کرنا گدھاپن

ہے۔ مگر جو جھوٹا کھانے کی غلاظت میں مبتلا رہنا چاہیں۔ اور خود غور و فکر نہ کریں۔ وہ بھلا قرآن حکیم کی کیا قدر کر سکتے ہیں؟

(۵۲) بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۙ

(بلکہ ان میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ اسے الگ الگ صحیفہ دے دیا جائے)

صحیح عالمگیر انقلاب تو ساری انسانیت کو ایک نراج پیدا نہیں ہونے دیا جاتے گا نظام میں منسلک کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی تعلیم تمام انسانیت کے لئے یکساں مفید ہوتی ہے۔ لیکن یہ سرکش چاہتے ہیں کہ ان کی مرضی کے مطابق ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ پروگریم یا چارٹر (Charter) دیا جاتا۔ تاکہ اس کی نفسانی خواہشیں پوری ہوتی رہتیں۔ یہ لوگ اجتماعی نظام کے اندر آکر انقلاب برپا کرنا چاہتے ہی نہیں۔ کیونکہ اس انقلاب سے ان کی ذاتِ خاص کو خصوصی فائدہ نہ ہوگا۔

یہ نراج (Anarchism) ہے۔ اور یہ نراجی (Anarchists) اس اجتماعی پروگریم کو قبول نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ مساوات اور عدل کی دعوت دیتا ہے۔ اور یہ اپنے لئے زر اندوزی .... اور انتفاع کا چارٹر (Charter for Exploitation) چاہتے ہیں۔

كَلَّا ۖ (ہرگز نہیں)

انہیں کوئی انفرادی پروگریم نہیں دیا جا سکتا۔ یہ غیر طبعی مطالبہ ہے۔ یہ بیوقوف اتنا نہیں سمجھتے کہ اس سے نراج (Anarchy) پیدا ہو جاتا ہے اور کوئی منظم انسانی معاشرہ (Organised Human Society) پیدا نہیں

ہوسکتا۔ حالانکہ فرد کی ترقی کا راستہ اجتماع میں سے ہو کر گزرتا ہے۔ اس لئے
تعلیم ایسی ہونی چاہیئے جس سے اجتماعیت (Society) پیدا ہو۔ اور اُسے
ترقی حاصل ہو ایک ایک انسان کو جداگانہ ہدایت نامہ دے دیا جائے
تو یہ انفرادی اور اجتماعی ترقی کس طرح ممکن ہے ؟

فائدہ ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآنِ حکیم پارٹی بنانی چاہتا
ہے۔ وہ ایک ایک انسان کو الگ الگ سمجھانے کی ذمہ داری قبول نہیں کرتا۔

بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ (بلکہ وہ آخرت سے ڈرتے نہیں)

یہ لوگ جو انفرادی انتفاع (Individual Exploitation) کا چارٹر
(Charter) چاہتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی نفسی ضروریات
(Psychological Necessities) سے غافل ہیں۔ انہیں معلوم ہونا
چاہیئے کہ خدا کے ساتھ تعلق قائم نہ کر کے اور مساکین اور غرباء سے ناجائز
انتفاع (Exploitation) کر کے اپنے نفس کے اندر ایسے خوفناک زہر
جمع کر رہے ہیں۔ جو مرنے کے بعد پھوٹ نکلیں گے۔ اور انہیں اس
طرح عذاب میں مبتلا کر دیں گے۔ جس طرح آتشک یا سوزاک یا جذام کا زہر
جسم میں جمع ہو تو حالات سازگار ہوتے ہی جسم میں سے پھوٹ نکلتا ہے اور
مریض کی زندگی کو مبتلائے عذاب کر دیتا ہے۔ ایسے ہی یہ اپنے جسموں کے
اندر انسانیت کُشی کے مختلف اعمال کے ذریعے سے جو زہر جمع کر رہے ہیں
وہ جہنم کی موافق "آب و ہوا" میں ان کے جسموں سے پھٹ نکلے گا۔ اور
ان کی زندگی ایک دائمی عذاب بن جائے گی۔ جس طرح مرنے کے بعد ان سے

فطرتِ انسانی جواب طلبی کرے گی اور انہیں عذاب میں مبتلا کرے گی۔ اسی طرح اس دُنیا میں انقلابی جماعت اُن سے جواب طلبی کرے گی۔ اور ان کو مبتلاء عذاب کرے گی۔

انقلاب سوسائٹی کے اندر سے پیدا ہوتا ہے | کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ آنے والا انقلاب بیرونی اثرات کا نتیجہ ہوگا؟ یا آنے والا عذابِ جہنم ان کے نفسوں کے باہر کی قوتیں پیدا کریں گی؟

(۵۴) كَلَّا (ہرگز نہیں)

بلکہ وہ انقلاب خود اُن کے اپنے نفسی حالات پیدا کر رہے ہیں۔ اگر ان کی ذہنیت درست ہوتی اور یہ سب کے ساتھ انصاف کرتے ہوتے تو یہ انقلاب نہ آتا۔

اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ (اب بھی قرآنِ حکیم جو آیا ہے تو ان کی یاددہانی کے لئے آیا ہے)

قرآنی انقلاب کے تجربے کی دعوت | اگر یہ لوگ اپنی خفتہ انسانیت کو بیدار کرلیں۔ اور انقلاب کی حمایت میں اُٹھ کھڑے ہوں تو ان کے لئے اچھا ہے۔ قرآن حکیم ان کو ان کی بھولی ہوئی انسانیت یاد دلانے آیا ہے۔ اور وہ بتاتا ہے کہ انسانیت کے متعلق ان کے کیا فرائض ہیں۔

(۵۵) فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ (جو کوئی چاہے اسے یاد کرے)

عیاں راچہ بیاں۔ انسان آج بھی انسانیت کو بروئے کار لاکر دیکھ لے تو اسے معلوم ہوگا کہ قرآن حکیم کی تعلیم اس کے لئے کس قدر مفید ہے اور اس کی خفتہ روح کے کس قدر مناسب حال ہے۔ جب وہ دنیا میں اس تعلیم کے نتائج حاصل

کرکے کامران ہوسکتا ہے۔ تو یہی نتائج زیادہ واضح طور پر حیاتِ ما بعد الممات (The Life Hereafter) میں اسے حاصل ہو جائیں گے۔ اس لئے جو شخص دنیوی صلاح اور اُخروی فلاح حاصل کرنی چاہتا ہے۔ وہ اس انقلابی پروگرام کو قبول کرلے۔ جو کسی خاص انسان یا خاندان کی ترقی کا کفیل نہیں ہے۔ بلکہ ساری نوع انسان کی سعادت کا ذمہ دار ہے

(۵۶) وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (مگر اس سے وہ اسی صورت میں نصیحت پاسکتے ہیں کہ اللہ چاہے)

جو لوگ اس یاددہانی سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں وہ مشیتِ الٰہی اور حکمتِ الٰہی پہلے سے معین کرچکی ہے۔ وہی اس کام کو بجالائیں گے۔ جو لوگ قرآن کی ہدایت سے ہدایت یاب ہوتے ہیں وہ اتفاقاً نہیں ہو جاتے۔ بلکہ یہ طے شدہ فیصلہ ہے کہ جن اشخاص میں فلاں فلاں باتیں ہوں گی وہی ہدایت پائیں گے۔ پس انسان کو اپنے اندر وہ شرطیں پیدا کرنی چاہئیں۔ تب وہ ہدایت پاسکتا ہے۔

هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ (وہ تقویٰ کا اہل ہے اور وہ مغفرت کا اہل ہے)

انقلاب عدل قائم کرے گا | اس کی مشیت اور حکمت کے مطابق یہ دو قسم کے لوگ ہدایت پاسکتے ہیں۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں۔ کہ تقویٰ کے معنی ہیں یہ آیت :-

اِن اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان وایتاءِ ذی القربیٰ

وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَا وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ۔

(بیشک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ان کا حق دو۔ اور فحشا اور منکر سے اور بغاوت سے منع کرتا ہے)

اس آیت کی رو سے تقوے میں عدل شامل ہے۔

پس جو لوگ اپنی استعداد کے مطابق عدل کرتے ہیں وہ جب عدل کامل کی تعلیم پاتے ہیں تو اسے فوراً قبول کر لیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن حکیم سے انتباہ حاصل کر سکتے ہیں۔

دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو بے سوچے سمجھے حق کی مخالفت کر بیٹھتے ہیں مگر اپنے ظلموں پر اصرار نہیں کرتے جب انہیں متنبہ کیا جاتا ہے تو وہ باز آجاتے ہیں۔ یہ اہل مغفرت ہیں۔

قرآن حکیم ان دو قسم کی ذہنیت کے لوگوں کو بیدار کرے گا۔

خداوند تعالےٰ سے ہرگز یہ امید نہیں رکھنی چاہیئے کہ وہ انصاف کو چھوڑ کر کسی انسان کو بخش دے گا۔ کیونکہ وہ خود اہل تقویٰ یعنی عادل ہے۔ البتہ اگر انسان ایک جگہ غلطی کرے مگر متنبہ ہو کر دوسرے موقع پر اعلےٰ درجے کی نیکی کرے تو وہ اُسے بخش دیتا ہے۔ یہ اس کی عدالت کے منافی نہیں ہے۔ پس اللہ سے معافی مانگنے کے لئے انسان اپنی غلطی کا ازالہ کرے اور کوئی بہتر نیکی کرے تو وہ بخش دیا جا سکتا ہے۔

خُلاصۃُ الکَلام

(۱) صالح انقلاب پسند کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ انسانیت کو ترقی دینے والے قانون کے خلاف جو غیر صالح نظام موجود ہو اُسے قبول نہ کیا جائے (۱تا۳)

(۲) صالح انقلاب پسند ہر قسم کی پاکیزگی کا خیال رکھتا ہے اور اس کا آغاز لباس کی پاکیزگی سے کرتا ہے۔ اور وہ اپنے بدن اور ماحول کو بھی پاک رکھتا ہے (۴)

(۳) صالح انقلاب پسند کسی قسم کی خیالی اور علمی ناپاکی کو قبول نہیں کرسکتا۔ اس لئے وہ ہر غیر صالح نظام کا انکار کر دیتا ہے (۵)

(۴) صالح انقلاب پسند ہر قسم کے انتفاع (Exploitation) کا مخالف ہوتا ہے۔ اور کسی انسان پر کسی قسم کا ظلم نہ خود کرتا ہے نہ اسے برداشت کرتا ہے (۶)

(۵) صالح انقلاب پسند تا دمِ مرگ محض خدا پر بھروسہ کرکے کام کرتا ہے اور مشکلات سے گھبرا کر اپنے لائحہ عمل پر شک کرنے نہیں لگ

جاتا (ے)

(۶) قرآن کا انقلاب سرمایہ پرستانہ ذہنیت کے خلاف ہے (ے۸ تا ۲۵)

(۷) اس ذہنیت کا انجام دنیا میں ناکامی ہوگا۔ اور مرنے کے بعد کی زندگی میں دردناک عذاب (ے۲۶ تا ۳۱)

(۸) قرآن کی تعلیم بین الاقوامی تعلیم ہے (ے۳۱ تا ۳۶)

(۹) یہ بین الاقوامی تعلیم قومی درجے سے ترقی کرکے بین الاقوامی درجے پر پہنچے گی اور مساکین کی تنظیم کرے گی اور ان کا تعلق اللہ سے قائم کریگی۔ مخالفین ناکام رہیں گے (ے۳۷ تا ۵۶)

نظرِ بازگشت

مُزَّمِّل اور مُدَّثِّر کا تقابُل

یہ دونوں سُورتیں ـــــ المزَّمِّل اور المُدَّثِّر ـــــ مکّی دور کی ابتدائی سُورتیں ہیں۔ اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے منصبِ نبوّت پر قائم ہونے کے پہلے ہی سال میں اُتری ہیں۔ ان دونوں کے مضامین باہم ایسے مربوط ہیں کہ ایک دوسرے کا تتمہ معلوم ہوتی ہیں۔ چنانچہ جو چیزیں مُزَّمِّل میں مفصل ہیں ان کی طرف مُدَّثِّر میں اجمالی اشارات پاتے جاتے ہیں۔ اور جو مُزَّمِّل میں مجمل بیان ہوئی ہیں ان کو مُدَّثِّر میں قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اس انقلابی تعلیم کو روئے زمین پر متمکن کرنے کے لئے ایک جماعت کی ضرورت تھی۔ اس لئے مزّمل میں آپ کو رفقاء کی تیاری کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے لئے نمازِ تہجّد ـــــ قیامِ شب ـــــ مقرر کی گئی۔

تاکہ ان رفقاء کی تیاری تعلیم و مصاحبت سے کریں۔ اس کے بعد دوسری سورت میں تزمیل ——— تیاریِ رفقاء ——— کی غرض بیان کر دی گئی۔ یعنی یہ کہ آپ دنیا سے انسانیت سے ہر قسم کے ظلم کو محو کرینگے اور معاشرۂ انسانی کو ہر قسم کی پاکیزگی سے معمور کریں گے۔ انسانی زندگی کو بین الاقوامی معیار پر بلند کرنے کے لئے چار اخلاق انسانوں کے اندر پیدا کئے جائیں گے۔ یعنی

(۱) اللہ کی طرف اِخبات (جھکنا) ——— وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ

(۲) طہارت ——— وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ

(۳) سماحت ——— وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ

(۴) عدالت ——— وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ

ان اَخلاقِ اربعہ کے علاوہ شعائر اللہ ——— وہ چیزیں جن میں تجلّیات الٰہی کا ظہور ہوتا ہے ——— سے تعلق قائم کرنے کے لئے حکم دیا گیا کہ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ۔ جس سے مراد یہ ہے کہ تعلق باللہ اپنے وسیع تر معنوں میں صرف قرآن حکیم میں مرکوز ہے

اس طرح قرآن حکیم کے آنے والے انقلاب کا مجمل خاکہ پیش کر دیا گیا ہے یہ انقلاب، جیسے پہلے بیان کیا جا چکا ہے، سرمایہ پرستانہ ذہنیت کے خلاف ہے۔ سورۂ مُزّمّل میں اس کا اجمالی ذکر وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ میں کیا گیا تھا۔ لیکن مُدّثّر میں اس کا قدرے تفصیلی ذکر آیات ۱۱ تا ۲۵ میں کیا گیا ہے۔ اور سرمایہ پرستانہ ذہنیت کا نہایت باریک نفسیاتی

تجزیہ کرکے دکھایا گیا ہے۔ کہ اس ذہنیت کا انسان فارغ البال ہونے کے باوجود زراندوزی کرتا ہے اور ذرائع پیداوار کو اپنے قبضے میں محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ وہ اسے اپنی زندگی کا مقصد بنا لیتا ہے اور جہاں کسی تحریک سے جو عوام کے فائدے کے لئے جاری کی جائے۔ اس کے ذاتی مفادات کو ذرا سی بھی ٹھیس پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے وہ اس تحریک کے خلاف عملی اقدامات شروع کر دیتا ہے۔ جس کا آغاز غلط فہمی پیدا کرنے والے پراپیگنڈا سے ہوتا ہے۔ اور انجام عملی عناد پر ہوتا ہے۔ بعض اوقات وہ اس تحریکِ عوام (Mass Movement) کو روکنے کے لئے متوازی تحریک (Parallel Movement) کے پروگرام بھی وضع کرنے کی ٹھان لیتا ہے۔ لیکن انقلاب صالح کی تحریک صحیح خطوط پر چل رہی ہو تو مخالف تحریک کبھی کامیاب نہیں ہوتی اور مخالفین مرنے کے بعد اپنے ساتھ داغ ناکامی لے جاتے ہیں۔ جو ہمیشہ ان کے لئے سوہان روح بنے رہتے ہیں۔ اور دوسری زندگی میں ان کے لئے المناک عذاب کا باعث بن جاتے ہیں۔

کوئی انقلابی تحریک خواہ کتنی بھی عالمگیر نوعیت کی کیوں نہ ہو اوّل دَور میں بین الاقوامی عناصر کو جمع نہیں کر سکتی۔ اس کی طبعی رفتار یہ ہوتی ہے۔ کہ ایک خطے کے افراد جو ایک زبان بولتے ہیں ایک صاحبِ فکر کے گرد جمع ہوتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ مضبوط جماعت بن جاتی ہے۔ یہ بین الاقوامی کام کی مرکزی جماعت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

مُزّمّل میں ذرا تفصیل کے ساتھ اور مُدّثّر میں اجمال کے ساتھ قرآنی تحریک کے اس پہلو کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔باایں ہمہ دونوں سورتوں میں اس تحریک کے اصلی رنگ ——— بین الاقوامیت ——— کی طرف صریحی اشارے موجود ہیں۔

دونوں سورتوں سے بین الاقوامی تحریک کے جو اصولِ کار نکلتے ہیں وہ حسب ذیل معلوم ہوتے ہیں :-

(۱) تبلیغ و تنظیم

(۲) تعلق باللہ کا قیام

(۳) مساکین کی منظم خدمت

(۴) ظاہری پاکیزگی کا التزام

(۵) خیالات و افعال کی پاکیزگی کا استمرار

(۶) سرمایہ پرستی کا ہر شکل و صورت میں استیصال خواہ وہ ذہنی ہو یا صوری

(۷) انفرادیت کی اجتماع کے ساتھ وابستگی۔

(۸) انسان میں اپنے افعال و اعمال کی ذمہ داری کے احساس کی بیداری

(۹) ہر شخص اپنی ذمہ داری پر انقلاب میں شامل ہو۔

(۱۰) دنیا میں بین الاقوامی انصاف و عدل قائم کرنے کا تہیّہ

کیا قرآنی انقلابی تحریک کے سوا اور بھی کوئی تحریک کامیاب

ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

قرآن ہر ایک انسان کو اُس کی ذمہ داری یاد دلاتا ہے۔

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ؟ کوئی ہے جو خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر اس انقلاب میں تَقَدُّم کرے؟